شیکسپیئر : کا ایک تعارف

شیکسپیئر کی تحریروں پر لکھتے ہوئے ہمیں ان تاریخی عوامل کے بارے میں کچھ نہ کچھ تو ضرور کہنا چاہیئے۔ جنہیں ان گراں ڈیل دیو مالاؤں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ ملکہ میری کا جنونی کیتھولک دور شیکسپیئر کی پیدائش سے سات برس پہلے ختم ہوا تھا، اور اس کی موت کے تیس برس بعد کچھ عرصے کے لیے نہایت تنگ نظر اور سخت گیر پیورٹینوں (Puritans) کی حکومت قائم ہوئی۔ شیکسپیئر کی زندگی کے باون برس ان دو ادوار کے درمیان پڑتے ہیں۔ یہی وہ زمانہ تھا، جب انگلستان باطنی طور پر ایک انتہا سے دوسرے انتہا کی طرف گویا قلابازیاں لگا رہا تھا۔ اس دوران میں ملکہ الزبتھ اول نے ملک میں بنیاد پرستوں پیورٹینوں سے بھی بڑھ کر سخت گیری سے باغیوں کو اذیتیں پہنچا کر اور بے دریغ قتل کر کے ملک میں پروٹسٹنٹ طرز فکر میانہ روی کا علم بردار تھا۔ لیکن اسے صرف انتہا پسندی کے ذریعے نافذ کیا جا سکا، 1703ء میں ملکہ الزبتھ اول کی موت کے وقت شیکسپیئر تقریباً 39 برس کا تھا۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ شیکسپیئر کی زندگی کے دوسروں پر دو قسم کے نظریات کا اثر و نفوذ تھا۔ ایک پرانا کیتھولک نظریہ جس کی پشت پناہ پر نہایت کروڑ اور اور افواج وار مادا وغیرہ تھے۔ اور دوسرا نیو پیوریٹیت (New Puritism) جو یورپی سماج سدھار کے جہادی جنون کی ایک شکل تھی، اور دو مذہبی نوعیت کے جنونوں کے ممکنہ ٹکراؤ نے ایک ایسی کثیر القومی خانہ جنگی کے شدید امکانات پیدا

کر دیے تھے۔ شیکسپیئر ان خوش قسمت ادبی شخصیتوں میں سے ہیں، جن کا نام صدیوں بعد بھی دنیا کے کونے کونے میں پڑھے لکھے لوگوں کی زبان پر آجاتا ہے۔ عالمی شہرت اور عصمت کی قیمت یہ ہے کہ پھر ان کی تحریروں کو کوئی پڑھتا نہیں۔ لوگ ان سے صرف رعب دکھاتے ہیں، مذہبی کتابوں کی مانند ان کی تحریروں کو طاق پر سجا دیا جاتا ہے۔

اس افسوس ناک صورت حال کو پیدا کرنے میں ان ثقہ تنقید و تبصرہ نگاروں کا سب سے زیادہ ہاتھ ہے جو ان عظیم ادیبوں کی نہایت دل چسپ اور دل پذیر تحریروں کے کاندھوں پر اپنی اس قدر خشک، بے رسا اور نصابی طرز پر لکھے ہوئے مقالات کے پہاڑ لادتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب میں نےشیکسپیئر کے کلام کے ایک نئے انتخاب (فیبر اینڈ فیبر 1991ء) میں شیکسپیئر پر ٹیڈ ہیوز کی دل چسپ تحریر پڑھی تو بے اختیار اسے اردو ادب کے قارئین تک پہنچانے کو میرا جی چاہا۔

ٹیڈ ہیوز انگریزی کے نہایت ممتاز ہم عصر شاعر ہیں، انیس سو ساٹھ کی دہائی کی ابتدا سے ان کا نام انگریزی شاعری پر چھا گیا تھا۔ 1963ء میں ان کی شاعرہ بیوی سلویا پلاتھ کی الم ناک خودکشی نے ٹیڈ ہیوز کے نام کو کچھ عرصے کے لئے گہنا دیا۔ لیکن بعد میں ان کی کئی اہم کتابیں سامنے آئیں۔ فیبر اینڈ فیبر کا شائع کردہ شیکسپیئر کی شاعری کا تازہ انتخاب انہیں کا مرتب کیا ہوا ہے۔

شیکسپیئر پر زیر مطالعہ تحریر جس کا عنوان ہیوز نے صرف نوٹس رکھا ہے، متعدد اسباب سے قارئین کی دل چسپی کا باعث ہوسکتی ہے۔ ذاتی طور پر میرے ان

اسباب میں سرفہرست یہ بات ہے کہ ہیوز کی تحریر عام انگریزی تحریروں سے مختلف ہے۔انگریز ایک نہایت لے دے رہنے والی، خاموشی سے مسکرانے والی، خاموشی سے غصہ کرنے اور خاموشی سے کام کرنے والی قوم ہے۔اس کی یہ خصوصیت کی شدت کا تحریر میں کبھی اظہار نہیں کرتے، یہاں تک کہ ان کی شاعری بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور زیادہ ذہنی ہوتی جارہی ہے۔عام طور پر انگریز ہماری انگریز قوم اور ہماری انگریزی زبان جیسی اصطلاحات میں بات ہی نہیں کرتے۔وہ ہرگز آپ کو نہیں بتاتے کہ انہوں نے کبھی اجتماعی طور پر ذلت اور دکھ بھی محسوس کیا۔ہیوز کی تحریر میں جو گرمی ہے وہ سراسر غیر انگریزی ہے۔یہ تو کسی ہندوستانی یا پاکستانی کی تحریریں معلوم ہوتی ہیں۔یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ ہیوز سارے مضمون میں اپنی انگریزیت پر شدت سے مصر ہے، اور یہی بات اسے کسی ایشیائی سے دور لے جانے کی بجائے نزدیک لے آتی ہے۔

دوسری طرف ہیوز کی تحریروں میں انگریزوں کی خاص رومیو: ایتی خوبیاں باریک بینی اور دور رسی صاف جھلک رہی ہے۔علاوہ ازیں انگریزوں کی تحریر میں جو مخصوص عدم ابہام ہے اور جو کسی بھی دوسری یورپی دانش ور کی تحریر میں اس درجہ یقینی نہیں ہوسکتا، جیسے ہیوز کی تحریر میں موجود ہے۔وہ صرف انگریز نہیں بلکہ انگریزی شاعر ہے۔اور یہ تحریر ایک ہم عصر شاعر کا اپنے عظیم پیش رومیو: کوخراج تحسین ہے، اور اس طرح صرف شیکسپیئر ہی نہیں بلکہ ہیوز بھی غیر ہونے کے باوجود صرف غیر نہیں بلکہ ہمارا اپنا بھی ہے۔

کس سے پیدا ہونے والے خوف اور شدید طوفانی جذبات نے ہر شخص کے

لئے ایک نہایت نجی ناٹک کی شکل اختیار کر لی تھی، جو ہر انگریز کی گویا عین ناف کے نیچے ایک کھٹائی کی طرح جوش کھا رہا تھا، دوسرے لفظوں میں اس پورے دور کی پرواز: از تخیل اپنے انتہائی عروج پر تھی۔

ہماری انگریز قوم کے لئے پورا دور ایک خوف ناک باطنی کش مکش سے عبارت تھا، الزبتھی دور میں تخلیق ہونے والے ناٹک اسی اندرونی تصادم کے نکاس کا ایک ذریعہ تھے، اس زمانے کے اولین دو ناٹک گھر اس وقت تعمیر ہوئے جب شیکسپیئر بارہ برس کا تھا۔

ان حالات کا شیکسپیئر پر کس قدر اثر تھا اس کا اندازہ اس کے تحریر کیے ہوئے ڈراموں کی مابعد النفسیاتی گہرائیوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ بالائی سطح پر ان دو موضوعات کی طرف اشارہ کرنا ہی کافی ہے۔ جو اس کی تحریروں پر چھائے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک تو خانہ جنگی کی ہول ناکی ہے، اور دوسرا تخت کے جائز وارث کے قاتل کا کردار جو اس کے ناٹکوں میں ایک ایسے جابر حکمران کی صورت میں نظر آتا ہے، جس کا انجام الم ناک ہے، اور جس کی تقدیر پر مہر لگ چکی ہے۔

شیکسپیئر کے تخیل کی نشوونما اور اس کی تخلیق کے بارے میں ہمارا علم دو تاریخی وقوعات کے باعث نہایت محدود ہو گیا ہے۔ اول تو یہ کہ ہم اس دور کی رو: حانی اور ذہنی کیفیت کے بارے میں حیرت انگیز حد تک جاہل ہیں، اور دوسرے یہ کہ الزبتھی دور کے فوراً بعد ملک میں پیوریٹین اقتدار کے زمانے میں ناٹک کی رو: ایت سرے سے ملیا میٹ کر دی گئی۔ پیوریٹینیت کے پیرو: کار و: ں کو ایک عجیب خشک مزاجی کا خبط تھا، جس کے تحت وہ ہر قسم کی دل لگی کو قابل گردن زنی گردانتے

تھے۔1642ء سے لے کر 1660ء تک انگلستان میں تمام ناٹک گھر بند کر دیے گئے تھے۔

مذکورہ بالا دور میں پہلا تو ایک قابل فہم بحران تھا،شیکسپئیر کی نسل کے ساتھ ہی قرونِ وسطیٰ کے دور کا اختتام ہوا، جو دراصل اس کے ڈراموں کی جذباتی کائنات تھا۔اور شیکسپئیر سے عمر میں کچھ بڑے اس کے ہم عصر سر فرانسس بیکن سے منسوب عقل وشعور اور سائنس کے دور کا آغاز ہوا، جسے روشن خیالی کا دور کہا جاتا ہے۔یہ تبدیلی سترہویں صدی میں مستحکم ہوگئی ۔گو اسے بھی استحکام ایک متشدد انقلابی جنگ کے ذریعے حاصل ہوا۔اس معاشرتی انقلاب کے ساتھ ہی اس مذہبی کش مکش کا بھی خاتمہ ہوگیا۔جس نے ہر انگریز کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا، اس کی جگہ سائنس اور عقل پرستی کے لئے احترام نے لے لی، اس وجہ سے مذہبی کش مکش سے پیدا ہونے والی ذہنی، جذباتی اور روحانی دھنک معدوم ہوگئی ۔اور اس ٹکراؤ کی بھٹی میں بھڑکتے ہوئے شوخ رنگ شعلے بجھ گئے ۔جو دونوں جانب کا غیظ وغضب بھڑکایا کرتے تھے۔

یہ ہی وجہ ہے کہ شیکسپئیر کی تحریروں میں بھڑکتے ہوئے شعلہ غیض وغضب کو سمجھنے کے لئے مذہبی ٹکراؤ کی اس گم گشتہ دنیا کو سمجھنا ضروری ہے،جس نے فرد کی ذات کے اندر کسی جانب جھونک کھا کر اپنا اظہار ڈرامائی قصہ نویسی میں کیا تھا،یہ سمجھنا تو ممکن ہے۔لیکن جو بات فہم وعقل سے ماورا ہے۔وہ تو یہ ہے کہ کیتھولک عقیدے اور پیوریتنیت کے ٹکراؤ نے اس دوطرف پگلائے ہوئے مذہبی جنون کی آپسی کھینچ تان اور لپاڈگی نے یہ تحریر باطنی روشنی کیوں پیدا کردی،جس سےشیکسپئیر

کی تحریریں جگمگا رہی ہیں۔ بلکہ جو کچھ کم خیرگی کے ساتھ اس دور کے چند دوسرے ادیبوں کی تحریروں کو بھی منور کر رہی ہے، ہم یہ سمجھنے سے قطعی قاصر ہیں کہ وہ کون سے پراسرار عوامل تھے، جن سے بنیادی اہمیت کے حقائق معدوم ہو چکے تھے، یوں لگتا ہے جیسے انہیں دانستہ ایک ایک کر کے مٹا ڈالا گیا ہو۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ شیکسپیئر کی وفات کے کچھ عرصے بعد ہی پیوریٹنی خشک مزاجی اور لطف اندوزی سے نفرت نے انگلستان میں اقتدار پر ایسا قبضہ جما لیا، اور ارباب حل وعقد کے ذہنوں پر ایسا تسلط حاصل کر لیا کہ ناٹک گھر بند کر دیے گئے۔ اس تہذیبی حبس دم کا ایک ذیلی نتیجہ ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ شیکسپیئر کے مرتے ہی اس کے ڈرامے لوگوں کے لئے ناقابل فہم ہو گئے۔ اس کے ڈراموں کے تار و پود اپنا مکمل روحانی نظام رکھتے ہیں۔ ان کا پر تقدیس پہلو اس کے عشق حقیقی کا المیہ لوگوں کی نگاہوں سے یکا یک اوجھل ہو گیا۔ ایسا ہونا ہی تھا، شیکسپیئر کی کرداروں کی شدت احساس ایک مخصوص روحانی ہست و بود سے عبارت ہے۔ اس روحانی وجود نے جوں ہی اپنی شناخت کھوئی شیکسپیئر کے کرداروں کے جذبات کی شدت کا ابلتا ہوا لاوا محض وحشیانہ معلوم ہونے لگا۔ لوگ اس کی زیادہ ذاتی عشقیہ تحریروں کی آواز سننے سے بھی معذور ہو گئے تھے۔ ورڈزورتھ تک نے یہ کہہ دیا کہ شیکسپیئر کے سطور میں 127 سے لے کر سب ان گھڑ بے قیمت ابہام زرہ اور بکواس اور دوسرا کلام بھی اس سے بہت زیادہ اعلیٰ نہیں ہے۔

ادھر تو شیکسپیئر کی روحانی اور جذباتی کائنات مسمار ہو رہی تھی، اور اس پر طرہ یہ کہ ناٹک گھر بھی بند کر دیے گئے۔

چودہ برس کے طویل عرصے کے بعد جب نصف فرانسیسی نژاد چارلس اول تخت پر بیٹھا اور اس نے تھیٹر کا احیا کیا، تو اس کا ذوق انگریزی تھا ہی نہیں، وہ تو فرانسیسی کلچر کا دلدادہ تھا،

چارلس اول کے قتل سے پہلے انگریز عوام کو اس فرانسیسی پسند بادشاہ کے ہر تہذیبی اور تمدنی اقدام سے جو نفرت تھی اور کرامویل کے انگلستان میں جو خصوصیات تھیں، وہ بحالی کے زمانے میں کھل کر سامنے آئیں۔ لوگ شیکسپیئر کا جوں توں احترام کرتے رہے، لیکن اس کے ڈراموں کو وحشیانہ، اس کے مکالموں کو بازاری اور ان کی ساخت کو بچگانہ قرار دیا گیا۔ یہ صورت حال سرکاری سنسر شپ کی سی تھی، یہ کوششیں کی گئیں اور ایک صدی تک کی جاتی رہیں کہ شیکسپیئر کے چند قابل قبول ڈراموں کو ایسی زبان میں لکھ دیا جائے جو شرفاء کی چشم و سماعت پر بار نہ ہو، وطن بدری سے لوٹ کر آنے والوں کے لئے بہر حال 1660ء سے قبل انگلستان ایک ایسا دشمن ملک تھا، جس سے وہ برسر پیکار رہے تھے، نتیجتاً انگریزی شاعری ایک سو تیس برس تک قافیہ بندی کی غلام رہی، جب تک کہ ایک اور انقلاب نے بلیک اور ورڈز ورتھ کو اس شکنجے سے آزاد نہ کر دیا۔

اب ہم پر واضع ہوتا ہے کہ اٹھارہ برس تک ناٹک گھروں کو بند رکھنے کا نقصان کس قدر ناقابل تلافی تھا۔ یہ محض ریہرسل میں آنے والا ایک غیر معمولی طور پر لمبا وقفہ نہیں تھا، اور نہ صرف تھیٹر کی کم از کم دو نسلوں کا زیان تھا، نئی بندشوں نے اس ناٹکی روایت کا نام و نشان تک مٹا ڈالا، جس کے تحت شیکسپیئر کے ڈرامے کھیلے گئے تھے، اور پروان چڑھے تھے، آج ہم کسی صورت یہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ یہ

ڈرامے اپنے زمانے میں کس طرح کھیلے گئے، کھیل کی رو:م کیا تھا؟۔وقفہ کہاں دیا جاتا تھا؟۔مکالمہ کیسے ادا کیا جاتا تھا؟۔غرض وہ کیا عوامل تھے ،جنہوں نے ان پٹی ہوئی قصہ کہانیوں کو اپنے وقت کی اس قدر لطافت اور دور مار نفسیاتی میزائلیں بنا دیا تھا، مجھے یقین ہے کہ اگر فرانس میں کسی سانحے کے باعث راسین کے ڈراموں کی رو:ایت نابود ہو جاتی تو (Franaise comedie) کومیدی فرانسئیر اسے تا ابد نہ کرپاتی۔

شیکسپئیر کے تماشائیوں نے اس سے جو کڑا مطالبہ کیا تھا وہ کبھی بعد میں دہرایا نہیں گیا، وہ 1608ء تک گلوب تھیٹر میں ناٹک پیش کرتا رہا، گلوب تھیٹر کے ناظرین پورے انگلستان کی آبادی کے نچوڑ کی طرح ہوتے تھے، ان تماشائیوں میں ایک قدر تو مشترک تھی۔گو اس وقت تک مذہبی عداوتیں دبا دی گئی تھیں۔اور صرف ان کی بدرو:ح باقی تھی، لیکن یہ سب کیتھولک جبر کے خلاف متحد تھے، اور ذہنی طور پر اس سے حالت جنگ میں تھے۔

دوسری جانب یہ واضع طور پر دو قسم کے تماشائی تھے،اوپر کی گیلریوں میں اشرافیہ بیٹھے تھے، جو اس قدر ہیبت ناک حد تک تعلیم یافتہ اور شائستگی زدہ تھے، جتنا کوئی انگریز کبھی بھی ہو سکتا تھا۔نچلی نشستوں پر عام طور پر عام لوگ بیٹھتے تھے، جو افتادگان خاک تھے، جن کو زیادہ تر کو پڑھنا لکھنا بھی نہیں آتا تھا، حالات اس اعتبار سے اور بھی نازک تھے، کہشیکسپئیر کی کامیابی بلکہ اس کی اور اس کی ناٹک کمپنی کی جسمانی بقا کا دارومدار دونوں طبقوں پر یکساں تھا، نہ صرفشیکسپئیر کی ناٹک منڈلی کا مستقبل، بلکہ خود شیکسپئیر کی دال رو:ٹی بھی ایک ہی وقت میں اعلیٰ ترین اور ادبی

ترین نہایت شائستہ اورصفاچٹ جاہلوں کی پسندیدگی اوراس کی ناٹک کمپنی شاہی دربارو:ں، امیرو:ں ،وزیرو:ں اور دیگر اشراف کی سرپرستی کی علیحدہ محتاج تھی، جہاں تک عوام الناس کی بات ہےتو قصہ مختصر یہ کہ آمدنی کااصل ذریعہ تو یہی نچلی نشستوں پر بیٹھنےوالےلوگ تھے،

شیکسپئیر کی ساری زندگی اس دور میں گزری، جب لندن کے میونسپل ادارو:ں کے حاکم پیوریتنیت کے زیراثر

مستقل ناٹک گھرو:ں کو بند کرانے کے درپے رہے،شیکسپئیر کی مالی حالت بطور جزوی ناٹک گھر کے مالک جزوی پرو:ڈیوسر، جزوی ہدایت کار، جزوی اداکار، جزوی مینجر اور جزوی ڈرامہ نویس کی ہمہ وقت عدم تحفظ کا شکارتھی، یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آخرشیکسپئیر تخلیقی مصرو:فیات کے ساتھ ساتھ سٹریٹ فورڈ کی منڈی میں اناج اور نشاستے کا دھندا کیوں بڑی دل جمعی سے کرتا رہا، اور سود پر پیسہ بھی چلاتا رہا، دس فی صد سود لیتا تھا۔ان دنوں انگلستان میں طاعون کی وبا عام تھی، طاعون کی وجہ سے ناٹک گھر ہفتوں اور کبھی کبھی مہینوں بند رہتے، گوایسے میں شیکسپئیر اوراس کی ناٹک منڈلی دوسرے شہرو:ں کے دورو:ں پر نکل جایا کرتے تھے،لیکن پیوریتنیت کے اثر سے دوسرے شہر بھی محفوظ نہ تھے،حدتو یہ ہے کہ 1702 ءمیں اسٹریٹ فورڈتک میں ناٹک گھر بند کردیا گیا تھا۔

1552 میں طاعون نے جوناٹک گھرو:ں کو بند کیا،تو لگاتار 1594 ءتک ناٹک نہیں کھیلے جاسکے، اس زمانے میں یوں لگ رہا ہوگا کہ اب ڈرامہ نویسی گئے وقتوں کی بات بن کر رہ جائے گی ،یہ غنیمت ہوا کہ ان برسوں میں ساؤتھیمپٹن کے

آرل نے شیکسپیئر کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ شیکسپیئر نے بھی خود کو اس سے وابستہ کرلیا، اس سے منسوب کر کے شیکسپیئر نے دو طویل نظمیں بھی لکھیں، اس سے شیکسپیئر کی گزر بسر کا وقتی انتظام تو ہو گیا، لیکن اس کے سانیٹوں (Sonnets) سے جو اسی لارڈ کے لئے موزوں کیے گئے تھے، صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس تعلق کا مستقبل تاریک نظر آرہا تھا۔

جب ناٹک گھر دوبارہ کھلے تو پیوریٹنیت کے کوڑے نے گویا ہنکا بنکا کرنا ٹک منڈلیوں اور ان سے متعلق تمام پیشہ وروں کو کسی نہ کسی طرح دربار کی سرپرستی حاصل کرنے پر مجبور کر دیا۔ دربار کے امرا شوقین تماش بین تھے، 1603ء میں جب جیمز اول تخت نشین ہوا تو اس وقت تک شیکسپیئر کی ناٹک منڈلی خاص الخاص دربار کی ناٹک منڈلی بن چکی تھی، کچھ عرصے اس کے کارکنوں نے درباری وردی بھی نہیں پہنی، کم از کم اس زمانے میں انہیں تھوڑا بہت معاشی تحفظ حاصل رہا ہو گا۔ لیکن اس سے یہی ثابت ہوسکتا تھا، جس کا شیکسپیئر کو پہلے سے اندازہ تھا کہ بقا کی خاطر انہیں دربار اور امرا کے ذوق کی لازماً تسکین کرنی ہو گی،

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ڈرامانگار کو مستقلاً ایک ایسی زبان ایجاد کرنی تھی، جسے اشتراک طبقات کی زبان کہہ سکتے ہیں، اور ایک طرز اظہار تخلیق کرنا تھا، جو ادنیٰ ترین اور اعلیٰ ترین طبقات کے ذوق کی بیک وقت تسکین کر سکے، شیکسپیئر نے موضوع کے لحاظ سے، ایکشن کے لحاظ سے اور زبان کے لحاظ سے یہ دو مطالبات اس طرح پورے کیے کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے، اس عمل میں یہ ہوا کہ اپنے ایک نہایت کاروباری مسئلے کو حل کرتے ہوئے اس نے ایک بالکل نئی طرح

کا ناٹک اور ایک بے مثال اچھوتی شعری زبان تخلیق کر ڈالی، اور یہ ہوا کہ یہ زبان ایک نہایت جامع اور عمیق رو:حانی، باطنی اور مخفی وجدان کی زبان تھی، اور اس کے ساتھ ساتھ خاص الخاص انگلستانی مقبول عام میلوڈراما کی زبان بھی یہی تو وجہ ہے کہ اس دور میں بھی جب کی انگریز بہ حیثیت قوم مختلف وجوہ کے باعث شیکسپئیر کو ٹھکرا نہ سکے، اور اس کے قدر دان ہی رہے۔

یہ بات ہم آسانی سے سمجھ سکیں گے، اگر ہم ان حالات کی تہہ تک پہنچ جائیں جو شیکسپئیر پر اثر انداز ہوئے، 1580 ء کی دہائی میں جبشیکسپئیر نے اداکاری کرنا اور دوسرو:ں کے لکھے ہوئے ڈراموں کو دوبارہ لکھنا شرو:ع کیا۔ الزبتھی تھیٹر کے آغاز کو دس برس سے زیادہ نہیں ہوئے تھے، اسوقت جو ناٹک ہو رہے تھے، وہ زیادہ تر اخلاقی یا معجزاتی موضوعات پر مبنی تھے۔ اداکار کٹھ پتلیوں کی طرح مکالمے بولتے تھے۔ ناٹکوں کا معیار درحقیقت نہایت گھٹیا تھا۔ یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ ڈرامہ نگار رقلاش اور سینیکا رکے کلاسیکی رو:من تھیٹر کے مقلد تھے، اور فرانسیسی تھیٹر کی رو:ایت کے بارے میں نسبتاً زیادہ معلومات رکھتے تھے، یہ کھچڑی بھی علامتی حد تک اچھا مواد رکھتی تھی، لیکن انگریز قوم کی نفسیاتی طلب کی تسکین سے قاصر تھی۔ کہ الزبتھی دور آخر کے دھماکا خیز دباؤ ک وناٹک کی شکل دے سکتے، شیکسپئیر اور اس کی منڈلی کے سامنے قابل تقلید مثال یہ تھی کہ کسی پرعظمت رو:ایت کی جکڑ بندی نہ تھی، اس دور کے ڈرامہ نگارو:ں کو تختی صاف ملی تھی، جس پر وہ جو چاہتے لکھ سکتے تھے۔ ان ک انفرادی فقط کثیر القومی موضوعاتی تلاش کا جنون تھا۔ اور اس الزبتھی نسل کی سربستہ داخلی زندگی کا وہ آتش فشانی مواد جو اس

وقت تک ورطہ اظہار میں نہ آسکا تھا۔اور جسے سخت گیر قومی وفاداریوں سے آتش شدہ پروٹسٹنٹ ریاست میں رہتے ہوئے ریفارمیشن کی باطنی اور نفسیاتی جنگ لڑنی تھی۔

یہ صورت حال ایک گھنگھور گھٹا کی مانند تھی،سب سے پہلے ان تاریک بادلوں میں بجلی کی طرح چمک کر کون ظاہر ہوا؟ شیکسپیئر؟۔نہیں وہ کرسٹوفر مارلو تھا۔

شیکسپیئر سے عمر میں دو مہینے بڑا خاندانی لحاظ سے اس سے کم تر مگر یونیورسٹی کا تعلیم یافتہ۔شیکسپیئر کے برعکس جس نے غالباً پندرہ برس کی عمر پہنچنے سے پہلے گرائمر سکول سے نام کٹا لیا تھا۔کرسٹوفر مارلو 1575ء میں ایک دھماکے سے تیمور (حصہ اور دوم کے ساتھ) انگلستان کے اسٹیج پر نمودار ہوا،اس فن کار نے ایک ہی داؤ میں نئے عہد کا ڈرامہ تخلیق کر لیا۔اس کے ڈراموں کی چکاچوند تحیر خیز تھی،ان ناٹکوں کے رگ وپے میں رو:ان جذبات اور انگشت بدنداں کر دینے والے ہیرو:لوگوں کی شدید خواہشوں کے بحر بے کنار کا ایسا ڈرامائی رو:پ تھے۔کہ انہوں نے ڈرامے کی ہئیت کے خدوخال متعین کر دیے۔ان ناٹکوں نے جنت اور دوزخ کے بند درو:ازے کھول دیے۔اور الزبتھی دور کی تمام شدت پسندی کو مباح قرار دے دیا۔مارلو کی سطور میں اس آتشفشانی باطنی زندگی کے زیروبم اور ہیبت وشکوہ کو زبان مل گئی۔

مئی 1593ء میں مارل کو قتل کر دیا گیا،اس وقت اس کی عمر انتیس برس کی تھی،وہ اپنے فن کو ابھی جلا نہ دے پایا تھا،لیکن اس قلیل مدت میں اس نے جو کچھ صرف ودیعت کے بل بوتے پر تخلیق کیا تھا،وہ بے مثال تھا۔اس کے سحر سے کوئی

تماشائی دور نہیں رہ سکا تھا۔

ہم جانتے ہیں کہ اس نئے عہد کے ناٹک میں شیکسپیئر نے کس درجہ کشش محسوس کی۔وہ ہر گز اس طرح اس نئے ناٹک کی طرف کھنچا چلا نہ جاتا، اگر یہ اس کی اپنی خاص ذاتی فنکارانہ صلاحیت کے لئے اس قدر موزوں نہ ہوتا، یہ بات نہ ہوتی تو اس ہیئت میں شیکسپیئر کا فن اس قدر بے نظیر اور اچھوتے انداز میں کیوں کر بار آور ہو سکتا تھا۔

یقیناً اپنے وقت میں شیکسپیئر کے پرشکوہ مکالموں کا اثر طلسماتی قسم کا ہوا ہوگا۔یہ ناظرین کو مبہوت کر کے گویا انہیں کسی اور ہی دنیا میں لے جاتے ہوں گے۔شیکسپیئر کے ڈراموں میں طویل مکالمے جس تال، آہنگ اور زیر و بم کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں۔وہ مشرقی تہذیبوں میں کیے جانے والے مذہبی جاپ سے مماثل ہے، جس سے سننے والوں پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔

اس قسم کے ناٹک لکھنے کا اثر خود ڈرامانگار پر کیا ہوتا ہوگا۔اس طرف تو کسی کی توجہ ہی نہیں جاتی، اس کو سخت پابندی وقت کے ساتھ مقررہ تاریخ سے پہلے پہلے ڈرامے لکھ کر پیش کر دینے ہوتے تھے۔اس نوعیت کا شدید نظم و ضبط کسی حیران کن حد تک سخت اصولوں والی ورزش گاہ کے مماثل ہے جیسا کہ وہ خود اپنی سانیت 3 میں کہتا ہے۔

Almost my nqture is subded

To what it work in like adYer ,s hgand

یہاں وہ محض تھیٹر سے روزی حاصل کر کے اپنے کم حیثیت پیشے کی طرف

اشارہ نہیں کر رہا۔ یقیناً وہ ان حالات کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ جن میں اسے کام کرنا پڑ رہا تھا۔ جن کا مطلب تھا کہ سہولتیں واجبی کے برابر تھیں، جب کہ مطالبہ زیادہ سے زیادہ ہو،

شعوری یا غیر شعوری طور پر ان تمام تقاضوں سے نمٹنے کے لئے ایک طریقہ شیکسپئیر نے بہر حال ایجاد کر لیا تھا، ایکشن اور زبان دونوں کے لئے اس نے جو خاص طریق کار اختیار کیا، اس کا مشاہدہ اس کی تحریروں میں خصوصاً اس پہلو میں بہ آسانی کیا جا سکتا ہے۔ کہ اس نے اپنی غیر معمولی استطاعت الفاظ کو اشتراک طبقات کی زبان میں کس طرح جذب کیا، شیکسپئیر نے جو پچیس ہزار الفاظ استعمال کیے، ان میں زیادہ تر اس نے صرف ایک دفعہ استعمال کئے یا دوبارہ استعمال کیے ہوں گے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ الفاظ نہ صرف اجنبی تھے، بلکہ اجنبی رہے۔ تقریباً جیسے کسی غیر ملکی زبان کے ہوں۔

اب یہاں ایک سوال تو یہ ہو سکتا ہے کہ آخر شیکسپئیر نے ایسا کیوں کیا؟۔ کیا زیادہ تر ڈراما نگار تو اس کے برعکس ایکشن کی جگہ بنانے کے لئے زبان کو آسان رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اسین کی طرح کم الفاظ سے کام چلاتے ہیں، تا کہ تاثر فوری ہو اور خاص و عام کی زبان تک ایک مختصر راستے سے پہنچا جا سکے، لیکن اس سے کہیں بڑھ کر تحیر خیز سوال یہ ہے کہ آخر اس شخص نے یہ کر کیسے لیا، آخر یہ ممکن کیوں کر ہوا، کہ وہ اجنبی الفاظ کا ایک مستقل بہتا ہوا دھارا زبان میں داخل کرتا رہا۔ اور اس کے باوجود اشتراک طبقات کی زبان تخلیق کرنے میں شاندار طور پر کام یاب ہوا۔

پہلے سوال کا جواب تو تاریخ میں موجود ہے۔شیکسپیئر کے دورِ حیات میں خصوصاً اس کے ہوش سنبھالنے کے بعد والے برسوں میں انگریزی کا ذخیرہ الفاظ اس پیانے پر وسعت پذیر ہوا کہ اس سے پہلے یا بعد میں اس کی مثال نہیں ملتی ،لگتا ہے اس زمانے میں پورے انگلستان کو فصاحت کا خبط ہو گیا تھا،خصوصاً فصاحت میں جدت کا جنون ہر انگریز کے سر پر سوار تھا۔اعلیٰ تعلیم یافتہ ادیب دوسری زبانوں خاص طور پر قابلِ فخر کلاسیکی زبانوں کے الفاظ پر باضابطہ قبضہ کر رہے تھے، ہر طرف نئے الفاظ کا شور برپا تھا،اشراف الفاظ کو برتر طبقاتی علامت کے طور پر کلغیوں کی طرح سجاتے تھے،متوسط طبقہ ان کی نقل کر رہا تھا۔اور محنت کش طبقہ ان کی آرزو کر رہا تھا۔صاف ظاہر ہے کہ الفاظ کو جمع کرنا ایک مقبول عام خبط بن چکا تھا۔شواہد سے ثابت ہے کہ اس جنون میں گرفتار شیکسپیئر سے بڑھ کر شاید ہی کوئی اور رہا ہو۔

مگر یہ مسئلہ تو پھر بھی جوں کا توں تھا کہ نیا لفظ لوگ سمجھیں گے کیوں کر؟۔ اشراف تو فوراً لاطینی یا یونانی زبان میں ترجمہ کر کے نئے لفظوں کو معنی پہنا دیں گے،لیکن باقی کے لوگ کیا کریں گے؟۔

اس مسئلے کا شیکسپیئر نے جو حل نکالا،اس کی ارتقائی تاریخ اس کے کلام میں موجود ہے،حالاں کہ اس نے محض ایک مسئلے کے حل سے بڑھ کر فقید المثال اور نا قابل تقلید ڈرامائی شعریت کی شکل اختیار کر لی،شیکسپیئر کا طریقہ نہایت سادہ تھا، اس نے وہی کیا جو کوئی بھی شخص ایسا الفاظ استعمال کرتے ہوئے کرے گا۔جسے اس کے سننے والے نہ سمجھتے ہوں۔اس عام اور بے ساختہ انسانی عمل کو شیکسپیئر نے

نہایت بے نظیر انداز میں منظم کر دیا۔ آیئے دیکھیں کہ شیکسپیر نے کیا کیا؟۔

مثال کے طور پر ہم بارہویں شب (Twelfth Night) کی چھ سطریں لیتے ہیں،

O,Spirit of love qhick and fresh art thau that
notwithstanding thy capacity
Receiveth as the Sea nought enters there
of what vaildity and pitcd soever
But Sails in to abatement and low price
Evan in a munute

ان سطور میں تین الفاظ ایسے ہیں، جو فرش نشینوں کی سمجھ میں نہیں آتے ،۔

capacity ,validity ,abatement دیکھیے کہ capacity کا لفظ استعمال کر کے وہ فوراً بعد کہتا ہے کہ جو سمندر کو اپنے اندر سمو لے، اور شامل کر کے Pitch کا لفظ استعمال کرتا ہے، جو اس کے دور میں انگریز نچلے طبقے میں عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ اور آخری دو سطروں میں تو تکلف کو بالائے طاق رکھ کر گویا جھک کر سامنے بیٹھے ہوؤں کے کان میں کہہ رہا ہے، اس کا مطلب ہے کم قیمت۔

یہ تھی شیکسپیر کی ترکیب، اسے آپ اس کے کلام میں جا بجا دیکھ سکتے ہیں، گو وہ ہر بار ایک لفظ یعنی لاطینی سے مشتق لفظ کے فوراً بعد ایک مقامی لفظ استعمال کر کے مصرعے کی تول برابر کر دیتا ہے۔ اس طرح وہ ایک ہی سانس میں بیک وقت اعلیٰ

زبان میں متن بھی پیش کرتا ہے۔اور ادنیٰ زبان میں اس کا ترجمہ بھی کرتا چلا جاتا ہے۔رفتہ رفتہ یہ بے ساختہ شیکسپیئر کے طویل کلام میں ایک وسیع و بسیط نظام الفاظ میں ڈھلتی چلی گئی۔نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے نہ صرف ایک نئی زبان تخلیق کی، بلکہ اسے جمہور کی زبان بھی بنا دیا۔

ٹی، ایس، ایلٹ نے شیکسپیئر کے لئے کہا ہے کہ اس کے اندر ایک نہیں بلکہ دو شاعر تھے۔ایک تو زبان وخیال کو تہہ بہ تہہ جماتا جاتا تھا۔اور دوسرا دونوں سلجھاتا جاتا تھا۔

شیکسپیئر کو لفظوں سے عشق تھا،لفظ اس پر موسلا دھار بارش کی طرح برستے تھے،لگتا ہے اس کے اندر کوئی ایسا مقناطیس تھا کہ لفظ کھنچ کھنچ کر اس سے چمٹ جاتے تھے۔

شیکسپیئر نے جو زبان ایجاد کی،وہ انگریزی زبان کے گوشت پوست کے پیکر کی روح ہے۔شیکسپیئر کے؟؟ بھی ایسے ہی ہیں،ان کا ظاہر مرصع اور پرشکوہ ہے،مگر باطن آرائش سے بے نیاز حقیقت کی کچی اصلی شکل میں ہے،اس کے ڈراموں کا نفسیاتی مواد اس کے کردار کے لیے جان جیسا ہے،جو ایک افریقی جادو گرنی اور ایک راکھشس کا جنا ہے۔شیکسپیئر کی ایجاد کی ہوئی اشتراک طبقات کی زبان بھی اس آدمی بولی کی روح ثابت و سالم سانس لے رہی ہے۔جو انگریزی زبان کی جڑ،بنیاد ہے۔جس کے لئے ڈاکٹر جانسن نے زنجیریں ڈھالیں۔لیکن جو بولے جانے والے ڈائیلیکٹ میں آج بھی آزاد ہیں اور زندہ ہیں۔شیکسپیئر جب لاطینی ماخذ کے اشرافی الفاظ استعمال کرتا ہے۔تو ان کے چرغے اتار کر ان

کے نہایت پرتہذیب بدن کے حصوں کے ساتھ کھلواڑ بھی کرتا جاتا ہے کیوں کہ ڈایلکٹ کی روح اجازت طلب نہیں ہوتی، وہ گستاخ ہوتی ہے۔

شیکسپیئر کے تحریروں کے آخری دور میں ہم زبان، موضوع دونوں کی تبدیلی کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔اس کے دیوہیکل المیوں میں جو تضادات طوفانوں کی طرح ٹکراتے ہیں، اور تباہیاں لاتے ہیں۔ان کی علامتیں گرہ دار ہیں۔بعد کی تحریروں میں ہیرو، ہیروئن کی جان لینے کے بجائے اس کے لئے گویا نیا جنم لیتا ہے، بالکل جس طرح وہ اس کے لئے دوبارہ نیا جنم لیتی ہے۔ یہ بدلا ہوا موضوع، لفظوں کی دل نشین موسیقی سے لبریز ہے، لفظ جو سادہ ہیں، غیر پیچیدہ ہیں لیکن معنی اور خوب صورتی کے خزانوں سے مالا مال ہیں۔یہ الفاظ اکثر کسی طوفان کو بیان کرتے ہیں، جو موت اور زائیدگی نو کا طوفان ہے۔یا پھولوں کو بیان کرتے ہیں جو موت اور زائیدگی نو کے پھول ہیں، یہ نئی زبان ہمیں سب سے پہلے، لیئر اور کارڈینیا کے ملاپ میں محسوس ہوتی ہے۔

No ,no ,no ,no,! come let ,s away to prison.
we Two alone will sing like birds in the cage.

یہ زبان شیکسپیئر کی بعد کی تحریروں میں عشقیہ مناظر یا عشرت موت کے مناظر ملتی ہے۔مثلاً آئینی اور کلیوپیٹر کے مناظر موت میں، لیکن اس کے آخری چار ڈراموں میں یہ قطعی طور پر اپنے عروج پر ہے۔شیکسپیئر کے سانٹیوں کی زبان ڈراموں کی زبان سے حیرت انگیز طور پر قطعی مختلف ہے۔ڈراموں کی زبان مین

شیکسپیئر کا میں نہیں تھا، وہ لال انا زبان تھی، بلکہ ایسی جسے کثیر الانا کہا جا سکتا ہے، ہر کردار کی علیحدہ مٹی سے علیحدہ چاک پر ڈھالا گیا تھا، مگر سانیٹ میں جہاں شاعر محبوب سے براہ راست مخاطب ہوتا ہے، میں موجود ہے اور یہ شیکسپیئر ہی ہو سکتا ہے۔ سانیٹ میں اس پر پردہ ڈالنے کی ضرو:رت نہیں تھی۔

شیکسپیئر جس نے غم زدہ الفاظ کو مسخر کر کے گویا مٹھی میں لے لیا تھا، اپنے سانٹیوں میں کس درجہ سادہ زبان لکھی ہوئی ہے۔ کیوں کہ وہ کسی بھی ماہر الفاظ سے بڑھ کر اس بات سے واقف تھا کہ الفاظ اپنے درست تناظر کے بغیر کچھ بھی نہیں کہتے۔ یوں زیادہ تر لفظوں کو اپنی صداقت ثابت کرنے کی ضرو:رت نہیں پڑتی، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ اشارہ دینے یا پھر اپنے وجود کا اثبات کرنے سے بڑھ کر اور کچھ نہیں کر سکتے، الفاظ کو صبر کے ساتھ یہ شرم ناک حقیقت برداشت کرنی پڑتی ہے کہ بدترین سفید جھوٹ بھی نہایت شاندار لگ سکتے ہیں اور کئی فوری فائدے بہم پہنچا سکتے ہیں۔

اپنی صداقت کے آشکار ہونے تک سچے الفاظ کو وقت کا انتظار کرنا پڑتا ہے، کہ عمل اور آزمائش انہیں تناظر دیں، اور درست ثابت کریں، کہ جیسے یہی دو چیزیں ہر جھوٹ کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جائیں گی،

سانیٹ میں ہمارے شاعر کو نہ صرف اپنے دل کی بات کا اظہار کرنا ہے، بلکہ اسے ثابت بھی کرنا ہو گا، عشقیہ کلام میں عاشق کو نہ صرف عرض حال کرنا ہوتا ہے۔ بلکہ اپنے عشق کو الفاظ کے ذریعے سچ بھی ثابت کرنا ہوتا ہے۔ یہی سانیٹ کا بنیادی مسئلہ ہے، اس بات کی اہمیت کا شیکسپیئر کو اس وقت بخوبی اندازہ تھا، اظہار

اور ثبوت کے مسئلے کو تو فلسفے نے کہیں تین سو برس بعد جا کر محسوس کیا، اور پھر وہیں تھم کر رہ گیا۔

عشقیہ کلام میں دل کی سچائی کے اظہار اور اثبات کی اس کے سوا اور کوئی صورت نہ تھی کہ اسے ترنم دیا جائے، شیکسپیئر نے ایسا ہی کیا، اس کے سانیٹوں کی عنایت ان گنت پڑھنے والوں کے لئے آج بھی نہایت دل کش اور تسکین بخش ہے، (گو خواہ شیکسپیئر کو عنایت ہمیشہ ایک مشکوک صفت معلوم ہوتی تھی) اب جب کہ وہ اپنے دل کا سچ کہنا چاہتا ہے تو جیسے گونگا ہو جاتا ہے۔ یہی گونگا پن اس کے شعر کا موضوع بن جاتا ہے۔

Who is it that says most ?which can say More .Than this rich praise that you are you ?

اس کے دل کی سچائی اس کی الوہی محبت معبد تمام خدایاں (Pantheon) کا اصل دیوتا بنیادی طور پر لفظ میں نہاں وہ لفظ تھا، جو ایک لفظ بھی نہ بول سکے۔

شیکسپیئر کے سانیٹوں سے ہمیں اس کے ڈراموں کی کسی رمز کا سراغ مل سکتا ہے۔ ہمیں یہ سمجھنے میں بھی مدد مل سکتی ہے کہ اس کے ڈراموں کی زبان کی اصل خاصیت کیا تھی، ان عظیم الشان ناٹکوں میں جہاں پر شکوہ اینٹونی شہانہ پیکر اوتھیلو، اور پر غرو: رکوریولینس عظمت ومتانت سے براجمان ہیں، وہ درحقیقت ایسی دنیا ہے، جس میں گیلی مٹی سے لتھڑی درختوں کی جڑوں میں ننھے منے پری زاد

بھتنے بھی کے لی بان اور آرو:ن بن کرناچ رہے ہیں۔

شیکسپئیر کے سانیٹ ہمیں یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ سادہ بیانی اور سادگی اس کی تحریرو:ں میں بار بار کیوں در آتی ہے، یہ ایسی سادہ بیانی ہے۔جو سکوت اور خامشی سے نزدیک ترین ہے۔اس لئے کارڈیلیا آنے دل کی سچائی کے لئے لفظ نہیں ڈھونڈ پاتی۔جب کہ اس کے اردگرد دوسرے لوگ مترنم الفاظ میں اپنی وفاداری کا اظہار کررہے ہیں، اور یہ ایسا جھوٹ ہے جو ان سب کو بالآخر برباد کردینے والا ہے۔

شاید اسی سے شیکسپئیر کی دور بینی اور شفاف ذہنی کی وضاحت ہوتی ہے۔دل کی سچائی شیکسپئیر کے لئے ایک ایسی رو:حانی قدر تھی، جس کی مثال صرف اس کراہت سے دی جاسکتی ہے، جو وہ جھوٹ کی بابت محسوس کرتا تھا۔اس کے لفظوں کا ٹھوس پن انھی دوریوں سے مل کر بنا ہے، یہی وہ ذرے ہیں جس نے اس درجہ تابناک اور لافانی کائنات تعمیر کی، اپنے آپ سے سچا رہنا اس کے لئے ایک مجبوری تھا، وہ اور کسی طرح کا بن ہی نہ سکتا تھا۔

Why is my verse so barren of new pride?
So far from variation or quick change
Why write i still all one ever the same
For as the Sun is daily new and old
So is my love Still telling what is told

یہ انداز تکلم اور زبان بے آرائش بے حد سادہ ہے، مگر یہ ڈرائیڈن کی سی سادگی

نہیں، ذاتی شعور سے مملو سادگی ہے، اس کی نفسیاتی گہرائیاں مہر بند نہیں کردی گئیں۔ یہ سنگ مرمر کے فرش کی نہیں، گہرے شفاف پانیوں کی سادگی ہے۔ جو کھلے ہوئے ہیں، اور نا گہاں آ لیتے ہیں۔ یہ سادگی اپنے باطن میں حد درجہ چوکنا ہے اور یہی ثبوت ہے اس کی مکمل بے خوفی کا اور زخم کھانے کی پر استقامت استعداد کا۔

شیکسپیر کی تحریر کا یہی راز ہے۔

Alas

i am as True as truth ,s simplicity

r than the infancy of truth

رو:میو جولیٹ شیکسپیئر :ایک تعارف

شیکسپیئر کی تحریرو:ں پر لکھتے ہوئے ہمیں ان تاریخی عوامل کے بارے میں کچھ
نہ کچھ تو ضرو:ر کہنا چاہیئے ،جنہوں نے ان گراں

کاش ہم اتنے خوش قسمت ہوتے کہ تم یہاں چند رو:ز قیام کر کے اس کے دل
کا حال معلوم کرتے ،آؤ بیگم ہم یہاں سے چلتے ہیں ۔

شیکسپیئر کا مشہور ڈرامہ

رو میو جولیٹ

☆☆☆

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

جولیٹ

تمہید

ویرونہ کے پرفضا شہر میں جہاں ہمارے اس ناٹک کے منظر واقع ہوتے ہیں، دومشہور گھرانے دولت اور مرتبہ میں برابر رہا کرتے تھے، ان می قدامت سے ایسی دشمنی چلی آتی تھی، کہ بار بار نئے نئے تنازعات برپا ہوتے، اوران میں شہر والے اپنے ہی ہاتھوں کو اپنے ہی ہم وطنوں کے خون سے رنگ کرنا پاک کیا کرتے تھے، اب خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ان دونوں گھرانوں میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی ایسے پیدا ہوئے کہ ان کی تیرہ بختی نے ان دونوں میں عشق پیدا کردیا، ان دونوں کے عشق و الفت کی دردناک اور واجب الرحم داستان کا انجام یہ ہوا کہ دونوں نے جان دے کر ماں باپ کی دشمنی کا خاتمہ کردیا۔ ان کے عشق کے خوفناک حالات اوران کے والدین کی باہمی عداوت کا جاری رہنا وہ باتیں ہیں، جنہیں بجز اُن کی اولاد کی موت کے دوسری چیز دور نہیں کرسکتی تھی۔

ڈرامہ کے کردار

اسکالس: بادشاہ ویرو: نہ

پارس: خاندان شاہی کا ایک نوجوان، ویرونہ کا قرابت دار

مونٹیگ: دو خاندانوں کے سردار جو

کپولٹ: آپس میں سخت عداوت رکھتے تھے۔

کمپوت: امیر کپولٹ کا بڈھا عزیز۔

رو: میو: امیر مونٹیگ کا اکلوتا بیٹا۔

مرکیثو: بادشاہ ویرونہ کا عزیز اور رو: میو کا دوست

ٹائی بلٹ: بیگم کپولٹ کا بھتیجا

پادری لارنس: مسیحی طبقہ فرانس کے پادری

پادری یوحنا مسیحی طبقہ فرانس کے پادری

ویرو: نہ کے اہل شہر مرد اور عورتیں دونوں شامل

پطرس: جولیٹ کی دایہ کا ملازم

ابرام: امیر مونٹیگ کا ملازم

ایک عطار: تین میوزیکا پنچی

ایک غلام: نواب پارس

بیگم مونٹیگ: نواب مونٹیگ کی بیوی۔

بیگم کپولٹ: امیر کپولٹ کی بیوی

جولیٹ: امیر کپولٹ کی اکلوتی بیٹی۔

جولیٹ کی دایہ:۔

بلتھازر: رو: میو کا غلام

خاندان کے لوگ، مصنوعی چہرے لگانے والے، محافظ اور پاسبان، ملازم وخدمت گار، مل کر گانے والوں کا طائفہ، شہر جہاں ڈراما کے منظر واقع ہوئے:

ویرو: نہ اور منٹوا۔

جزاوّل

پہلا منظر

شہرویرو: نہ کا ایک شارع عام

سیمسن اور گریگوری جن کا تعلق کپولٹ کے گھرانے سے ہے،تلواریں اور پر تلے لگا نے آتے ہیں۔

سیمسن اب زیادہ ذلت برداشت کرنے کی تاب نہیں۔

گریگوری: درست ہے کیونکہ اب ذلت اگر اور اٹھائی تو سوائے رسوائی اور رو سیاہی کے کچھ نہ ہوگا۔

سیمسن میرا مطلب یہ ہے کہ اگر غصہ آ گیا تو پھر ہم ہیں یا تلوار ہے۔

گریگوری: اگر جیناہی منظور ہےتو پھر غصہ ہی کیوں آئے۔

سیمسن:۔لیکن جب تلوار ہاتھ میں ہوتی ہےتو پھر غصہ آنے میں دیر نہیں لگتی۔

گریگوری: لیکن پھرتی سےتلوار چلانے میں آپ کو غصہ ہی کب آتا ہے۔

سیمسن: اگر مونٹیگ کے گھرانے کا ایک کتا بھی دیکھ لیتا ہوں تو غصہ کے مارے بری کیفیت ہو جاتی ہے۔

گریگوری: بجا ہے غصہ کرنے کے معنی تو یہی ہوتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں کو بھی جنبش دی جائے، بہادری کا مطلب تو یہی ہے نا، کہ انسان دشمن کے مقابلے میں

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved

ڈٹ جائے مگر جب آپ کو غصہ آتا ہے تو آپ بھاگتے نظر کیوں آتے ہیں۔

سیمسن: اس خاندان کا تو ایک پلا بھی مجھے دشمن کے مقابلے میں ڈٹ جانے پر مجبور کرتا ہے۔ مونٹیگ والوں میں کا، چاہے وہ مرد ہو چاہے وہ کنواری لڑکی جہاں دیکھا بس یہی جی چاہتا ہے کہ انہیں پیچھے ہٹاتے ہوئے دیوار میں جا اڑاؤں۔

گریگوری: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم بڑے بودے آدمی ہو، کیونکہ کمزور ہی دیوار میں اڑائے جاتے ہیں،

سیمسن: یہ سچ ہے چونکہ عورت کمزور ہوتی ہے، اس لیے وہ ہی دیوار میں اڑائی جاتی ہے، بس میں مونٹیگ اور اس کی کنواری بیٹیوں کو دیوار میں جا اڑاؤں گا۔

گریگوری: جھگڑا تو سارا ہمارے آقاؤں اور ان کے نوکروں میں ہے۔

سیمسن: آقا ہو یا نوکر بات تو ایک ہی ہے۔

دیکھنا میں ان کے حق میں کیسا ظالم اور موذی ثابت ہوتا ہوں۔ مردوں سے لڑوں گا اور کنواریوں کا خون خرابہ کروں گا،

گریگوری: تلوار کھینچ کر لو مونٹیگ والوں کے دو آدمی ادھر آ رہے ہیں۔

سیمسن: تلوار تو میں نے پہلے ہی سونت رکھی ہے۔ کوئی بات چھیڑ کر نکالو تو پھر میں تمہارے ساتھ ہوں، اور مدد کے لئے تیار ہوں۔

گریگوری: مدد کروگے یا پیٹھ دکھا کر بھاگو گے۔؟

سیمسن: میری کسی بات سے ڈرو نہیں

گریگوری: ہاں واللہ تمہاری کسی بات سے تو نہیں مگر تم سے ڈرتا ہوں۔

سیمسن: جو کچھ کرو اس طرح کرو کہ قانون ہماری طرف رہے، جھگڑا نہیں

سے شروع ہونے دو،

گریگوری: جب میں ان کے پاس سے نکلوں گا تو تیوری پر بل ڈالے نکلوں گا، اس کا جو مطلب وہ چاہیں نکالیں۔

سیمسن: ہاں جو چاہیں سمجھیں، میں تو ہاتھ کا انگوٹھا دکھا کر اسے چبانے لگوں گا۔ اگر وہ اس بات کو پی گئے۔ تو ان کی ذلت اور رسوائی میں کسے شک ہے؟

(ابراہیم اور بینتھازآتے ہیں)

ابرام کیا ہمیں انگوٹھا دکھا کر چباتے ہو؟۔

سیمسن: ہاں جناب انگوٹھا دکھا کر چباتا ہوں۔

ابرام: کیا یہ حرکت آپ ہمیں دیکھ کر کرتے ہیں؟۔

سیمسن: (گریگوری: سے علیحدہ کہتا ہے) ذرا بتاؤ، اگر ہاں کہتا ہوں تو قانون ہماری ہی طرف رہتا ہے نا؟۔

گریگوری: نہیں

سیمسن: نہیں جناب میں آپ کی طرف دیکھ کر انگوٹھا نہیں چبا رہا ہوں، مگر چباتا ضرور رہوں۔

گریگوری: تو کیا جھگڑا کرنا منظور ہے۔

ابرام: نہیں میرا ارادہ جھگڑا کرنے کا نہیں ہے۔

سیمسن: اگر جھگڑا ہی کرنا چاہتے ہو تو میں آپ کے لیے بہت ہوں، میں بھی ایسے ہی بڑے آقا کا ملازم ہوں جیسے کہ آپ اپنے آقا کے نوکر ہیں۔

ابرام: نہیں میرا آقا آپ کے آقا سے بہتر ہے۔

گریگوری: نہیں یہ کہیئے کہ ہمارا آقا آپ کے آقا سے بہتر ہے۔ لیجیے وہ ہمارے آقا کا ایک عزیز آرہا ہے۔

سیمسن: اس میں ذرا شبہ نہیں کہ ہمارا آقا آپ کے آقا سے بڑھیا آدمی ہے۔

ابرام: تم جھوٹے ہو،

سیمسن: اگر مرد ہو تو دو دو ہاتھ ہو جائیں، گریگوری: ذرا دیکھنا کیسا بانکا ہاتھ لگاتا ہوں،

(دونوں لڑنے لگتے ہیں)

(مونٹیگ کا ایک عزیز بنوالیو آتا ہے)

بنوالیو: ارے احمقو علیحدہ کیوں نہیں ہو جاتے، تلواریں نیام میں کرلو، کچھ سمجھتے بھی ہو کہ یہ کیا حرکت ہے؟۔

(بنوالیو اپنی تلوار کا ایک ہاتھ لگا کر دونوں کی تلواریں زمین پر گرا دیتا ہے)

(ٹائی بلٹ آتا ہے

ٹائی بلٹ ارے بنوالیو: کیا تو ان جاہل گنوارو:ں پر تلوار کھینچے کھڑا ہے، میری طرف دیکھ اور موت کا منتظر ہو جا۔

بنوالیو: ۔ میں تو ان لڑنے والوں میں بیچ بچاؤ کرنے آیا تھا۔ آپ اپنی تلوار نیام میں کرلیں یا پھر میری طرح ان لوگوں میں میل ملاپ کرانے کی کوشش کریں

ٹائی بلٹ: ۔ ننگی تلواریں تو ہمارے ہاتھ میں ہیں، اور مصالحت تیری زبان پر، مجھے تو اس میل ملاپ سے اتنی نفرت ہے، جیسے کسی دوزخ کی آگ سے ہو، مونٹیگ کے گھرانے کے ہر فرد سے جانی عداوت رکھتا ہوں، مگر تجھ سے مجھے

خاص دشمنی ہے، بزدل: دیکھو اراس طرح کرتے ہیں۔

(دونوں لڑتے ہیں)

(دونوں خاندانوں کے بہت سے آدمی اس دنگے فساد میں شریک ہونے آجاتے ہیں۔علاوہ اس کے اکثر شہر والے بھی لکڑیاں لاٹھیاں لئے اس میں شامل ہوتے ہیں۔

پہلا شہر والا، ارے نیزے، لاٹھیاں، برچھے کہاں ہیں؟۔ مارو، خوب پیٹو ،انہیں مار کر گرا دو، کپولٹ اور مونٹیگ والوں کو اتنا ٹھونکو کہ گر کر پھر نہ اٹھیں۔

(امیر کپولٹ شب خوابی کا لباس پہنے معہ بیگم کپولٹ کے آتا ہے)

کپولٹ یہ شور کیسا ہے، ذرا میری لمبی تو تلوار لانا۔

بیگم کپولٹ:۔ تلوار مانگنے کی جگہ اگر سہارا لے کر چلنے کی لکڑیاں منگواتے تو ایک بات بھی تھی، بھلا تم میں اب تلوار چلانے کی جان ہے؟۔

امیر کپولٹ، ہاں ہاں میں تلوار مانگتا ہوں، بڈھا امیر مونٹیگ بھی میرے آدمیوں کے سر و:ن پر تلوار پھیراتا گیا ہے۔

(امیر مونٹیگ اور بیگمونٹیگ آتے ہیں)

بیگمونٹیگ: نہیں نہیں تمہیں دشمن سے لڑنے کے لئے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھنے دیا جائے گا۔

(بادشاہ ویرو: نہ مع خدم وحشم کے آتا ہے)

بادشاہ: ارے مفسدو، اری سرکش رعایا، امن وامان کی دشمن، ! عیسائیوں کے خون سے اپنی تلواریں ناپاک کرنے والو تم آدمی ہو یا جانور؟۔ اپنی ہی رگوں سے

خون کی دھاریں نکلوا کر اپنے ہی قہر وغضب کی آگ کو بجھاتے ہو، اگر شکنجوں اور اعضا شکن آلوں کا خوف ہے تو اپنے خونی ہاتھوں سے ان موذی ہتھیار و:ں کو زمین پر پھینک دو، اور اپنے غضبناک بادشاہ کا حکم سنو۔ تین مرتبہ خفیف سے خفیف بات پر ہی اسی قسم کے دنگے فساد برپا ہو چکے ہیں۔ جنھوں نے شہر کے گلی کوچوں کے امن و امان میں خلل ڈالا، ویرو:نہ کے بڑے بوڑھوں کو اپنے عصاؤں اور چھڑیوں کی جگہ کانپتے ہاتھوں میں ہتھیار اٹھانے پڑے ہیں۔ اور ہتھیار بھی وہ جو مدت کے امن و امان سے زنگ خوردہ ہو چکے تھے۔ تاکہ تمہاری اس عداوت کو جو سرطان کے زخم کی طرح تمہیں غارت کیے ڈالتی ہے، دور کریں، اور پھر تم نے ہمارے شہر کے گلی کوچوں میں نقص امن کیا تو تمہیں ایسی سخت سزائیں دی جائیں گی۔ جن میں ممکن ہے تمہیں اپنی جانیں تک دینی پڑیں، اس مرتبہ ہم اور درگزر کرتے ہیں، تم سب اپنے اپنے گھرو:ں کو جاؤ۔ تم کپولٹ میرے ساتھ آؤ۔ اور مونٹیگ آج ہی سہ پہر کو تم وہاں حاضر ہو، جہاں ہم مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں، تاکہ اس مقدمہ میں تجویز تمہیں سنائی جائے، اگر جانیں پیاری ہیں۔ تو سب لوگ اپنے اپنے گھرو:ں کو چلے جاؤ۔

(سب لوگ چلے جاتے ہیں، صرف امیر مونٹیگ، بیگم مونٹیگ اور بنوالیو رہ جاتے ہیں)

مونٹیگ: اس پرانے فساد کو پھر کس نے تازہ کیا؟ بنوالیو جب فساد شرو:ع ہوا ہے، تو تم یہیں تھے، بتاؤ کیا بات تھی؟۔

بنوالیو:۔ آپ کے دشمن کپولٹ کے نوکر اور آپ کے نوکر میرے یہاں پہنچنے

سے پہلے خوب زور شور سے لڑ رہے تھے، میں تلوار کھینچ کر اس غرض سے پہنچا کہ انہیں کسی طرح علیحدہ کر دوں، کہ اتنے میں ٹائی بلٹ غصے اور غضب میں بھرا ہاتھ میں ننگی تلوار لیے لڑنے پر آمادہ وہاں آن پہنچا، تلوار زن زن کر کے اپنے ہی سر پر پھیراتا تھا، لیکن بجز اس کے کہ یہ آواز خود اس کی تحقیر و تذلیل کرے۔ اور کوئی نقصان کسی کو نہیں پہنچاتی تھی، جب ہم دونوں تلوار کے ہاتھ چلانے لگے اور لوگ بھی اپنے اپنے فریق کی طرف سے لڑنے میں مصروف ہوئے تو اتنے میں بادشاہ ویرونہ تشریف لے آئے۔ اور انہوں نے دونوں فریقوں کو جدا کر دیا۔

بیگم مونٹیگ: ارے کوئی یہ تو بتائے کہ میرا رومیو کہاں ہے؟۔ بنوالیو، تم نے اسے آج کہیں دیکھا ہے؟۔ مجھے تو بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ اس فساد میں وہ شریک نہ تھا۔

بنوالیو:، بیگم صاحبہ! آج ہی صبح کو طلوع سے دو گھنٹے پہلے جب کہ دن نکلنے کے سب خوشی سے منتظر تھے، آفتاب نے اپنے زریں غرفے سے جھانکا ہی تھا، کہ میں مضطر و پریشان چہل قدمی کو اپنے گھر سے نکلا! دیکھا تو شہر کے مغرب کی جانب شہتوتوں کا جو جھنڈ کھڑا ہے۔ وہاں آپ کے صاحب زادے بہت سویرے ٹہل رہے تھے۔ میں ان کی طرف بڑھا، مگر میری آہٹ پاتے ہی وہ کترا کر پاس کے جنگل کے گھنے درختوں میں چلے گئے۔ میں نے اپنی طبیعت کے اندازے سے ان کا میلان خاطر معلوم کر لیا، کہ اس وقت وہ تنہائی چاہتے ہیں۔ پس میں نے ان کا خیال نہیں کیا، اور اپنی طبیعت کا پابند ہو کر ان سے بچ کر چلا، جو مجھ سے بچ کر نکلے تھے۔

مونٹیگ اکثر صبح کے وقت وہیں اسی حال میں لوگوں نے اسے دیکھا ہے کہ رو: رو: کر آنسوؤں کے موتی شبنم کے قطرو: ں میں ملا رہا ہے، اور سینے سے اتنی آئیں کھینچتا ہے کہ آسمان سے بادل پر بادل اڈے چلے آرہے ہیں۔لیکن جونہی آفتاب نے عرو: س صبح کی مسہری سے سیاہ پردے ہٹانے شرو: ع کیے، تو میرا یہ غم زدہ فرزند رو: شنی سے بچ کر تنہا اپنے کمرے میں آکر درو: ازے کھڑکیاں سب بند کر کے دن کی جگہ اپنے لئے اندھیری رات بنالیتا ہے۔غرض اس سے ظاہر ہے کہ وہ کس قدر دل گیر اور افسردہ خاطر رہنے لگا ہے۔تاوقتیکہ خوش صحبت اور زندہ دلی نصیب نہ ہو یہ حالت دور نہیں ہوسکتی۔

بنوالیو: عم بزرگوار! اس حالت کا کوئی سبب آپ کو بھی معلوم ہے؟۔

مونٹیگ: نہیں مجھے کوئی سبب معلوم نہیں۔اور نہ ہی خود اس نے مجھے بتایا ہے۔

بنوالیو: کیا آپ نے اس کے حال سے کسی طرح بھی واقف ہونے کی کوشش کی؟۔

مونٹیگ: ۔میں نے خود اور اس کے رازدار دوستوں نے اس کی اس حالت کا سبب دریافت کرنا چاہا، لیکن معلوم یہی ہوا کہ بجز اس کے دل کے اس کا کوئی مشیرو صلاح کار نہیں۔

اس کی خبر نہیں کہ یہ مشیر و صلاح کار دل اس کا سچا دوست ہے بھی یا نہیں، لیکن اس نے اپنے حال کو ایسا راز سربستہ بنا رکھا ہے کہ کسی طرح اس کا افشاء ہونا ممکن نہیں، اور حالت پوچھیے تو یہ ہے کہ جیسے کلی پیشتر اس کے کہ پھول بن کر اپنی پنکھڑیوں کا حسن و جمال ہوا اور رو: شنی میں دکھائے کیڑا لگ گیا ہو۔اگر ہمیں

دریافت ہوجائے کہ کیوں اس کی طبیعت اتنی افسردہ اور گری رہتی ہے،تو ہم جان و دل سے اس کا تدارک کریں۔

(رو:میو آتا ہے)

بنوالیو:۔دیکھیے وہ رو:میو ادھر آرہے ہیں،اگر آپ یہاں سے ٹل جائیں تو میں ان سے پوچھوں گا،کہ کیوں آپ اس قدر غم زدہ اور افسردہ خاطر رہتے ہیں؟۔اور اگر انہوں نے نہ بتایا تو میں حقیقت حال معلوم کرنے میں اصرار اور کوشش سے باز نہ آؤں گا۔

موٹیگ:کاش ہم اتنے خوش قسمت ہوتے کہ تم یہاں چند رو:ز قیام کرکے اس کے دل کا حال معلوم کرتے،آؤ بیگم ہم یہاں سے چلتے ہیں۔

(موٹیگ اور بیگم موٹیگ چلے جاتے ہیں۔)

بنوالیو:بھائی جان صبح کا سلام قبول ہو۔

رو:میو:کیا ابھی تک صبح ہے؟۔

بنوالیو:جی ہاں ابھی نو بجے ہیں۔

رو:میو:ارے افسوس رنج کی گھڑیاں بھی کس مصیبت سے گزرتی ہیں۔کیا جو صاحب ابھی یہاں سے گئے ہیں،وہ میرے والد تھے؟۔

بنوالیو:جی ہاں وہی تھے،رو:میو کچھ بتاؤ تو وہ کیا رنج ہے،جس کی وجہ سے تمہارا وقت کاٹے نہیں کٹتا۔

رو:میو:وہی چیز جو پاس نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ گریز کرتی رہتی ہے۔

بنوالیو:تو کیا عشق کا آزار لگا؟۔

رو: میو: نہیں عشق نہیں۔

بنوالیو: پھر تو کیا آپ کا مطلب عشق نا کام سے ہے؟۔

رو: میو: ہاں جس سے عشق ہے، اس کی بے توجہی کا غم ہے۔

بنوالیو: عشق افسوس اے عشق تو دیکھنے میں کیسا مہربان ہے، مگر جب تجھ سے پالا پڑتا ہے، تو کیسا ظالم و جفا کار ثابت ہوتا ہے۔

رو: میو: ہائے جس عشق کی صورت چھپی ہو، وہ بغیر آنکھوں کبھی اپنے قصد اور ارادے کی راہیں دیکھ لیتا ہے، آج مجھے کھانا کہاں کھانا ہوگا؟۔ہائیں یہ کیا کیا لڑائی یہیں ہوئی تھی، آپ نے تو کچھ بتایا ہی نہیں، مگر مجھے سارا حال معلوم ہے، گو عداوت پرانی ہے، مگر عشق و محبت کا دخل بھی ہو چلا ہے۔ عشق و عداوت کی اس متضاد حالت میں عشق کو فتنہ اور عداوت کو عشق آفرین کہنا پڑتا ہے۔ عشق کے پیدا ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہوا کرتی، اے لطافت کثیف، اے نخوت منکر حسن کے تناسب بدنما، بینے سے بھاری پر نازک رو: شن خان، سیاہ آتش، سرد تندرستی، بیمار دائمی، خواب بیدار جو کچھ تو ہے، وہ نہیں ہے، ہائے وہ عشق جس میں عشق نہ ہو، بھائی جان کیا تم میری باتوں پر ہنستے نہیں

بنوالیو: ، بھائی ہنستا کیسا میں تو رو: تا ہوں۔

رو: میو: رو: تے کس بات پر ہو؟۔

بنوالیو: تمہارے مظلوم دل پر جو ظلم اس وقت ہو رہا ہے، اس پر رو: تا ہوں۔

رو: میو: دل کے اس ویرانے میں تو بھاری پتھرو: ں کی طرح آلام کے ڈھیر لگے ہیں، اگر تم نے اپنا غم بھی اس دل کے حوالے کیا، تو پھر میرے غموں کی انتہا نہ

رہے گی۔ عشق کا جو حال تم بتاتے ہو۔ وہ میرے غم کو اور بڑھاتا ہے۔ عشق تو ایک غبار ہے، جسے آہوں نے پیدا کیا ہے، جب یہ غبار دب جاتا ہے تو پھر آنکھوں سے آگ کے شعلے نکلنے لگتے ہیں، اگر اس عشق میں کوئی چیز مانع و مزاحم ہو تو پھر عاشق کے آنسو ایک سیل بن جاتے ہیں۔ اس کے سوا اور کس چیز سے تشبیہ دوں؟۔ عشق ایک جنون ہے، جس میں بہت کچھ ہوش اور تمیز موجود ہے۔ کبھی وہ ایک تلخ دوائی کی طرح حلق سے اترنی مشکل ہوتی ہے۔ کبھی وہ مربہ لذیذ کا پھل ہوتا ہے۔ جس میں شیرینی مدت تک قائم رہتی ہے۔

بنوالیو: ۔ گھبراؤ نہیں میں تمہارے ساتھ رہوں گا، اگر میرا ساتھ رہنا تم نے نہ چاہا تو مجھ پر ظلم کرو گے۔

رومیو: نہیں میں اپنی خودی کو گم کر چکا ہوں، میں یہاں نہیں ہوں، رو: میو یہاں نہیں ہے، کہیں اور ہے۔

بنوالیو: ۔ اس حالت رنج و غم میں کچھ بتاؤ کس سے عشق ہوا ہے؟۔

رومیو: ۔ کیا واقعی انہیں کھینچ کر بتاؤں کہ کس پر عاشق ہوا ہوں؟۔

بنوالیو: غضب کے قدر انداز ہو سنو جس سے عشق ہوا ہے، وہ نہایت ہی حسین ہے۔

بنوالیو: ۔ اگر نشانہ لگانا آتا تو تیر ہدف پر پہنچنے میں دیر نہیں کرتا۔

رومیو: مگر یہاں نشانہ خطا ہی گیا، سمجھے، وہ ایسی نہیں ہے، کہ خدائے عشق کیوپڈ کا تیر بھی اس پر ٹھیک لگ سکے، اس میں تازیانہ دہی سے عقل موجود ہے۔ اور حفظ عفت کے لئے وہ کامل طور پر مسلح ہے۔ خدائے عشق کی کمان اپنا تیر اس تک نہیں

پہنچاسکتی، عشق والفت کے قلعے میں کوئی عاشق اسے محصور نہیں کرسکتا، اور نہ کسی عاشق کی حملہ آور نگاہیں اس پر حملہ کرسکتی ہیں۔اور نہ وہ اس دولت کے لئے اپنا دامن پھیلاسکتی ہے۔جو بڑے بڑے پارساؤں کو بھی پرچالیتی ہے، حسن کی دولت کی اس کے پاس انتہا نہیں، افلاس اگر ہے تو اس میں ہے۔کہ جب دنیا سے رخصت ہوگی،تو حسن کی دولت بھی اس کے ساتھ رخصت ہو جائے گی۔

بنوالیو: تو کیا قسم کھالی ہے کہ ہمیشہ بن بیاہی رہے گی۔

رومیو: ہاں مگر اس قسم میں بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا۔جب عشق کو اس کی سختی کے ساتھ فاقہ کشی سے مارا جائے گا،تو پھر اولاد کو اپنے حسن سے محروم رکھے گی،وہ نہایت حسین وجمیل ہے،اور حسن وجمال کے ساتھ عقل وہوش بھی بہت رکھتی ہے اگر باوجود عقل وہوش رکھنے کے اس نے مجھے ناامید رکھا تو پھر اسے برکت نصیب نہ ہوگی،اس نے تو قسم کھائی ہے کہ کسی سے عشق نہ کرے گی،اس قسم نے مجھ کو جیتے اور بھی بے جان کردیا ہے،اگر جیتا بھی ہوں،تو محض اپنا یہ حال خراب دیکھنے کو جیتا ہوں۔

بنوالیو: میری بات مانیئے اب اس کی یاد کو دل سے بھلا دیجیئے۔

رومیو: تم ہی بتاؤ اسے کیونکر بھول جاؤں؟۔

بنوالیو: اپنی نظر کو آزاد کر کے دوسری حسینوں کو دیکھیے،ان کی آزمائش کیجیے۔

رومیو:۔اس مقابلہ اور آزمائش کا نتیجہ یہی ہوگا کہ روز ان کے حسن کی قدر و قیمت زیادہ کرنے لگوں گا۔مستورات کے چہروں پر مصنوعی چہرے لگے دیکھتے ہیں،تو اگر وہ چہرے سیاہ رنگ کے ہوئے تو ہم سمجھتے ہیں کہ ان میں گوری گوری

صورتیں چھپی ہیں۔ یعنی اگر میں نے دوسروں کا حسن دیکھا تو کبھی اپنی ہی روزالن یاد آئے گی۔ جو لوگ بصارت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ وہ یہی یاد کر کے کف افسوس ملتے ہیں کہ ہائے کیسی نعمت سے محروم ہو گئے۔ پس اگر میں دوسری مہہ جبینوں کے حسن کا مقابلہ کروں گا تو وہ مجھے کتنے رنج اور قلق کے ساتھ اپنی حسین تر مہہ حسین کی صورت یاد آئے گی، وہ تو حسن و رعنائی میں سب سے بازی لے گئی ہے۔ اچھا خدا حافظ! آپ مجھے کسی کو بھول جانا سیکھا نہیں سکتے۔

بنوالیو:۔ میں تو سب چیزیں آپ کو سکھا کر رہوں گا۔ ورنہ سمجھئے کہ آپ کا قرض دار مروں گا۔

دوسرا منظر

(شہر کی ایک گلی میں)

(امیر کپولٹ پارس اور ایک ملازم آتا ہے)

کپولٹ: حفظ امن کے لئے مجھ سے بھی مونٹیگ کی طرح ضمانت لی گئی ہے۔یعنی دونوں کی سزا ایک ہی سی ہے۔میرے خیال میں تو ہم بڈھوں کے لئے جب کہ حفظ امن وہ آسانی سے قائم رکھ سکتے ہیں۔ یہ سزا کچھ سخت نہیں ہے۔

پارس: آپ دونوں بزرگ بڑی عزت والے لوگ ہیں،افسوس تو اس کا ہے کہ آپ میں عداوت اتنی مدت سے کیوں چلی آتی ہے،فرمائیں کہ جناب ک ومیور مقدمے میں کیا کہنا ہے،؟۔

کپولٹ:۔وہی جو پہلے کہہ چکا ہوں۔میری بیٹی دنیا کی باتوں سے اب تک اجنبی ہے، اس کا سن اس وقت صرف چودہ برس کا ہے، دو برس اور گزر لینے دیجیے،پھر میں سمجھوں گا کہ وہ دلہن بننے کے قابل ہوگئی ہے۔

پارس:۔لڑکیاں تو اس سے بھی کم سنی میں صاحب اولاد ہو جاتی ہیں۔

کپولٹ:۔تو پھر ان کی شادیاں اور بھی کم سنی میں ہوتی ہوں گی ،میری کل امیدیں اس لڑکی سے وابستہ ہیں۔اور میرے کل مال و جائیداد کی وہی وارث ہے۔شریف پارس تم اس سے ملتے جلتے رہو،اس کے دل پر قابو پانے کی کوشش

کرو، رہی میری رضامندی تو وہ اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ اگر وہ رضامند ہوئی تو میری مرضی اور خوشی بھی اسی کے ساتھ ہے، آج شب کو ایک پرانے دستور کے مطابق ہمارے ہاں ضیافت ہے، اس میں ایسے مہمانوں کو جن سے مجھے دلی تعلق ہے، میں نے مدعو کیا ہے۔ آپ بھی ان میں سے ایک ہیں، آپ کے تشریف لانے سے جو ہر حال میں ہمارے لئے موجب مسرت ہے، ہمارے مہمانوں کی تعداد میں اعلیٰ ترین اضافہ ہوگا۔ آج شب کو میرے غریب خانے پر ان ستاروں کو جگمگاتا دیکھیں گے، جن کی روشنی سے یہ تاریک آسمان بھی نورانی ہو جائے گا۔ اور خوش رو البیلے جوان وہ مسرت محسوس کریں گے جو ست رفتار موسم سرما کے بعد گل افشاں موسم بہار کے آنے سے ہوتی ہے۔ اور آج ہی شب کو آپ میرے گھر میں ان جوان حسینوں کے اجوبن دیکھیں گے، جس کی کلیاں ابھی ناشگفتہ ہیں، سب کی باتیں سنیئے۔ سب کا حسن و جمال دیکھیے، اور اس کو سب سے زیادہ پسند کیجیے، جو سب سے زیادہ قابل پسند ہو، جب آپ بہت سی حسین صورتوں کو دیکھیں گے، جس میں میری بیٹی بھی ہوگی، تو پھر آپ فیصلہ کرسکیں گے کہ کس کو حسن میں اول درجہ دیں، چونکہ مہہ جبینیں وہاں کثرت سے ہوں گی۔ اس لئے میری بیٹی کسی شمار میں نہ ہوگی۔

(کپولٹ اپنے ایک ملازم کو پرچہ دے کر کہتا ہے)

ویرونہ کے شہر میں چکر لگا کر ان لوگوں کو دریافت کرو، جن کے نام اس پرچے میں درج ہیں، اور جب ان سے ملاقات ہو تو عرض کرو، کہ میرا غریب خانہ اور آپ کی خیر مقدم، آپ کی خوشی اور مرضی پر ہے۔

(کپولٹ اور پارس چلے جاتے ہیں)

نوکر: میں ان لوگوں کو دریافت کروں جن کے نام اس پرچہ میں لکھے ہیں۔ مجھے تو اس میں یہی لکھا معلوم ہوتا ہے کہ موچی اپنی اوگی سے، درزی اپنے گز سے، ماہی گیر اپنے جال سے، اور نقاش اپنے موقلم سے کوئی تعلق اور واسطہ نہ رکھیں، مجھے ان لوگوں کو تلاش کرنا بھی ہے، جن کے نام اس کاغذ میں لکھے ہیں، واہ واہ کوئی دن جاتا ہے کہ میں بھی ایک بڑا قابل پڑھا لکھا آدمی ہو جاؤں گا۔

(بنوالیو اور رومیو آتے ہیں)

بنوالیو: آپ بھی کچھ یونہی ہیں اجی جناب، ایک آگ دوسری آگ کو بجھا دیتی ہے، ایک درد دوسرے درد کو کم کر دیتا ہے۔ اپنے غم کا علاج دوسرے کے غم کو دیکھ کر ہو جاتا ہے، آنکھ میں اگر کوئی نیا عارضہ پیدا ہو تو وہ پرانے زہر کو زائل کر دیتا ہے۔

رومیو: سنا ہے کہ کیلے کا پتہ مجرب علاج ہے۔

بنوالیو: کس مرض کا مجرب علاج ہے۔

رومیو: اگر کسی کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو۔

بنوالیو: خیر سے آپ کچھ پاگل تو نہیں ہو گئے۔

رومیو: دیوانہ تو نہیں ہوں، مگر ایک دیوانے سے زیادہ معذور و مجبور ہوں، ہر وقت قید میں رہتا ہوں، کھانے کو کچھ ملتا نہیں، تازیانے اور کوڑے کھاتا ہوں، طرح طرح کی اذیتیں اٹھانی پڑتیں ہیں۔۔۔۔ اچھا جناب کو سلام، آپ تو خوب آدمی نکلے،

نوکر: مہربانی فرما کر یہ تو بتائیے کہ آپ کو پڑھنا آتا ہے؟۔

رومیو: ہاں مصیبت میں اپنی تقدیر کو پڑھنا آتا ہے۔

نوکر: یہ چیز تو آپ نے کتاب کا سبق لیے بغیر سیکھی ہوگی، میرا سوال تو صرف اتنا ہے کہ اگر کوئی کاغذ آپ کے سامنے رکھ دیں، تو آپ اسے پڑھ دیں گے۔

رومیو: ہاں اگر اس کے حروف اور زبان سمجھتا ہوں گا تو پڑھ دوں گا۔

نوکر؛ واللہ بات اپنے ایمان کی کہی، سلامت رہیے، بندہ رخصت ہوتا ہے۔

رومیو: جاتے کہاں ہو، دم لو، جو کچھ پڑھواؤ گے پڑھ دوں گا۔

(پرچہ پڑھتا ہے)

''سینور صبر تینو مع بیوی اور بیٹیوں کے، نواب اسلم اور ان کی حسین بہنیں، اٹرو ویو کی بیوہ بیگم صاحبہ، سینور پلاسٹیو مع اپنے بھتیجیوں کے، مرکیٹو مع اپنے بھائی ویلنٹائن کے اور میرے عم بزرگوار کپولٹ مع اپنی بیوی اور بیٹیوں کے میری حسین بھتیجی، روزالن لیویا، سیورلیخو، اور ان کا عم زاد ثائی بلٹ لوکیو اور حسین ہیلانہ، یہ میلہ تو یکتائے روزگار ہوگا۔ یہ سب کہاں جمع ہوں گے؟۔

نوکر: جی اوپر۔

رومیو: اوپر کہاں ضیافت میں؟۔

نوکر: ہمارے مکان پر۔

رومیو: کس کے مکان پر

نوکر: ہمارے آقا کے مکان پر۔

رومیو: واقعی یہ بات تو مجھے پہلے ہی سوچنی چاہیئے تھی۔

نوکر: اچھا تو میں بغیر آپ کے پوچھے بتاتا ہوں، کہ ہمارا آقا بڑا امیر کبیر نواب

کپولٹ ہے، اور اگر آپ نواب مونٹیگ کے گھرانے کے ہوں تو ضرور وہاں تکلیف فرمائیے گا، اور تھوڑی سی شراب بھی نوش کیجیے گا، خدا آپ کو ہر بلا سے محفوظ رکھے۔

بنوالیو: یہ ضیافت تو امیر کپولٹ کے ہاں قدیم سے ہوتی آئی ہے۔ وہاں روز الن موجود ہو گی، وہی جس پر آپ کی جان جاتی ہے۔ ویرونہ کی، اور حسینیں بھی وہاں اپنے جلوے دکھاتی ہوں گی۔ آپ وہاں ضرور جائیں اور روز الن کا مقابلہ کسی اور کے چہرے سے کریں، پھر جسے آپ اجلے پروں والا بط حسین سمجھ رہے ہیں، وہ کالا کوا معلوم ہونے لگے گا۔

رومیو: اگر عشق میں میری یہ آنکھیں حسن عقیدت کے ساتھ اس کی پرستش کرنے میں خطا اور غلطی پر نہیں ہیں، تو پھر آپ کے آنسو جل جائیں، اور یہ آنکھیں بھی ہر وقت آنسوؤں میں ڈوبی رہتی ہیں۔ مگر ڈوب کر مرتی نہیں، کذابوں کی طرح زندہ جلا دی جاتی ہیں۔ میری معشوقہ سے زیادہ حسین دنیا میں کون ہو سکتا ہے۔ اس سورج نے بھی جو دنیا میں سب کچھ دیکھتا ہے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے۔ اس جیسا حسین کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔

بنوالیو: جائیے بھی آپ نے اس کا حسن اس وقت دیکھا تھا، جب کہ کوئی اس کے پاس دوسرا نہ تھا، بس وہی صورت آپ کی دونوں آنکھوں میں سما گئی۔ لیکن جب آپ کی نظر دونوں صورتوں میں توازن قائم کر کے دیکھے گی تو پھر انصاف سے آپ کہہ سکیں گے کہ دونوں میں کون سی صورت زیادہ حسین ہے۔

رومیو: بہتر ہے چلتا ہوں، لیکن جس صورت کو آپ کہہ رہے ہیں۔ وہ نظر ہی نہیں آئے گی۔ اور میں اپنی ہی معشوقہ کے حسن پر عش عش کروں گا۔

تیسرا منظر

(امیر کپولٹ کے مکان کا ایک کمرہ)

(بیگم کپولٹ اور دایہ آتی ہے)

بیگم کپولٹ: دایہ ذرا میری بچی کو یہاں بلا دو۔

دایہ:۔ حضور میں تو اسے پہلے ہی بلا لائی ہوں، یہ بچی کیا ہے، پیاری معصوم قمری معلوم ہوتی ہے۔خدا نہ کرے کہ کوئی بری گھڑی آئے، اری لڑکی کدھر چلی گئی، جولیٹ، جولیٹ!۔

(جولیٹ آتی ہے)

جولیٹ:۔ کیوں کیا ہے، مجھے کون بلاتا ہے؟۔

دایہ: آپ کی اماں جان بلا رہی ہیں۔

جولیٹ: اماں میں حاضر ہوں کیا حکم ہے؟۔

بیگم کپولٹ: بیٹی بات یہ ہے (دایہ سے مخاطب ہوکر) دایہ تم تھوڑی دیر کو یہاں سے چلی جاؤ، مجھے تنہائی میں اس سے کچھ کہنا ہے تھوڑی دیر میں پھر آجانا ،مگر نہیں یہاں ٹھہری رہو۔ جاؤ نہیں، اب خیال آیا کہ اس وقت کی بات چیت میں تمہارا شریک رہنا بھی ضروری ہے، دایہ یہ تو تم بھی جانتی ہو کہ لڑکی خاصی سیانی ہوتی جاتی ہے۔

دایہ: بیگم صاحبہ میں تو اس بچی کی عمر اتنی ٹھیک بتا سکتی ہوں کہ ایک گھنٹے کا بھی فرق نہ نکلے،

بیگم کپولٹ:۔ ابھی پورے چودہ کی بھی نہیں ہے۔

دایہ: چودہ کیا فرمایا شرط ہی، جو وہ اتنی ہو، اس میں چار کی کسر رہتی ہے، ابھی چودہ کی کہاں سے ہوگی بھلا بتایئے تو اگست کی پہلی میں کتنے دن ہوں گے؟۔

بیگم کپولٹ: پندرہ دن باقی ہیں یا کچھ زیادہ ہوں گے۔

دایہ: پندرہ دن ہوں یا زیادہ، سنیئے، اب جو پہلی اگست کی آئے گی۔ اس کی رات کو وہ پورے چودہ کی ہو جائے گی۔ سوسن اور وہ دونوں خدا سب کو سلامتی دے، ایک ہی عمر کی تھیں، سوسن تو خدا کے ہاں سدھاری، میں اس لائق کہاں تھی کہ وہ جیتی رہتی، مگر پہلی اگست کی رات کو جیسا کہ ابھی کہہ چکی ہوں جولیٹ پورے چودہ کی ہو جائے گی۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔ اب سے دور امن چین جب آیا تھا، تو اس کا دودھ چھوٹا تھا۔ بھلا میں وہ دن کیوں بھولنے لگی، اس دن میں نے اپنی چھاتیوں پر رسوت لگائی ہوئی تھی۔ کبوتر خانے کے پاس دھوپ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ سرکار اور بیگم صاحبہ ان دنوں دونوں منتوا گئے ہوئے تھے۔ ہاں ہاں مجھے خوب یاد ہے۔ چھاتی لیتے ہی جب بچی کو رسوت کی کرواہٹ معلوم ہوئی تو کیسے کیسے منہ بنائے اور میری چھاتیوں سے کیسے کیسے لڑی ہے۔ اتنے میں زمین لرزنے لگی، جب بچی نے دودھ منہ میں لینا چھوڑا تو اس کی ضرورت نہ تھی کہ کوئی مجھے ٹخ ٹخ کرکے وہاں سے نکال دیتا، میں خود ہی سمجھ گئی کہ اب دانہ پانی یہاں سے اٹھ گیا ہے، بیگم صاحبہ سمجھ لیجیے کہ اس دن سے آج تک پورے گیارہ برس ہو

تے ہیں، بے سہارے کھڑی ہونے لگی تھی، بلکہ سارے میں دوڑتی پھرتی تھی۔ ایک دن پہلے اس زور سے گری کہ بھوں پھٹ گئی، خون نکلنے لگا۔

بیگم کپولٹ: اچھا تو بس بس تالو سے زبان لگاؤ۔

دایہ: بیگم صاحبہ مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی، خدا حضور کو سلامت رکھے، رہی یہ بچی تو وہ جیئے لاکھوں برس۔ مجھے تو ایسی پیاری موہنی کو دودھ پلانا نصیب نہیں ہوا تھا، اب تو یہی آرزو ہے کہ اس کا بیاہ دیکھوں، اس کے سوا دوسری آرزو نہیں۔

بیگم کپولٹ:۔ اس وقت شادی بیاہ ہی کی بات چیت ہے، اور اسی لئے میں یہاں آکر بیٹھی ہوں، بیٹی جولیٹ کو شادی کا کیا ارادہ ہے؟۔

جولیٹ: یہ عزت تو وہ ہے جو مجھے کبھی خواب میں بھی نظر نہیں آئی تھی۔

دایہ:۔ عزت! جو مجھ ایسی نے تجھے دودھ نہ پلایا ہوتا، تو یہی کہتی کہ یہ عقل تجھے میرے ہی دودھ کی دھاروں سے آئی ہے۔

بیگم کپولٹ:۔ اچھا بیٹی اب شادی کا ارادہ کرو، اس ویرونہ میں تم سے کہیں کم عمر لڑکیاں شریف گھرانوں کی بیٹیاں بچوں کی مائیں ہوگئی ہیں۔ اپنا ہی حساب کروں، تو تمہاری عمر میں، میں تمہاری ماں ہو چکی تھی، اب تم جوان ہوئیں، خلاصہ یہ ہے کہ وہ نوجوان بہادر پارس تم سے بیاہ کرنا چاہتا ہے۔

دایہ:۔ ہاں بیٹی وہ تو بڑا سجیلا جوان ہے، صورت شکل کا ایسا اچھا کہ بس کیا پوچھنا؟۔

بیگم کپولٹ:۔ ویرونہ میں تو بہار میں بھی ایسا پھول نہیں کھلتا۔

دایہ ہاں یقین مانو وہ تو پھول ہے پھول۔

بیگم کپولٹ: بیٹی پھر کیا کہتی ہو؟۔ اس شریف زادے سے تمہیں چاہت ہو سکتی ہے یا نہیں۔ آج رات کو ضیافت میں وہ یہاں آئے گا، اس کی صورت شکل غور سے دیکھنا، بلکہ کتاب کی طرح پڑھنا اور دیکھنا کہ حسن و رعنائی نے اپنے قلم سے اس کے چہرے پر کیسی مسرت اور شادمانی لکھی ہے۔ چہرے کا نقشہ دیکھنا، ہر چیز میں کیسا حسن تناسب ہے، اور ہر خد و خال ایک دوسرے سے کیسی مناسبت رکھتا ہے۔ اگر کوئی مشکل حل طلب ہو تو اس کی شرح حاشیہ چشم میں پڑھ لینا۔ عشق کے ان اوراق پریشان میں افزونی حسن کے لئے اگر کسی بات کی کمی ہے تو یہی کہ ان کی جلد نہیں بندھی ہے۔ اور ان اوراق کے حسن پریشان کے لئے ان کی شیرازہ بندی ضروری ہے۔ جس طرح سمندر کی خوش نمائی مچھلیوں کے حسن کو بڑھا دیتی ہے، اس طرح مرد کا حسن جب وہ عورت سے وابستہ ہوتا ہے، خوب نکھرتا ہے۔ اگر کوئی چیز اندر سے حسین ہے تو اس کے ظاہر کو بھی حسین بنانے میں انسان کو ناز و فخر ہوتا ہے، اس کی اندرونی خوبیاں تمہارے حسن ظاہر سے مکمل ہو جائیں گی، وہ کتاب جس میں کوئی زریں مضمون درج ہو اور اس کے، قبضے بھی زریں ہوں، تو بہت لوگ سونے کے قبضوں کو دیکھ کر کتاب کے زریں مضمون کی قدر کرتے ہیں، پھر سارے جس کی بھی وہی قدر شناسی ہوگی، جو اس کی اندرونی خوبیوں کی ہوگی، اور اس طرح تم بھی اس کی خوبیوں سے حصہ پاؤ گی، پارس سے شادی کرنے میں تم کسی سے کم نہ رہو گی۔ جواب مختصر اُ دو اگر پارس تم سے عشق کرے تو تم اس بات کو پسند کرو گی یا نہیں؟۔

جولیٹ: ۔ اگر محض دیکھنے سے اسے پسند کرنے کی تحریک ہوئی، تو میں اس نظر

سے اسے دیکھوں گی، لیکن جتنی آپ اجازت دیں گی۔اس سے زیادہ گہری نظر اس پر نہ ڈالوں گی۔

(ایک نوکر آتا ہے)

نوکر:۔حضور مہمان سب آگئے ہیں، کھانا تیار ہے، حضور کے سب منتظر ہیں، صاحب زادی کو سب پوچھ رہے ہیں۔ ماما کو باورچی خانے میں سب برا بھلا کہتے ہیں، کہ کام کے وقت غیر حاضر ہے۔ ہر چیز تیار ہے۔ میں تو کھانا کھلانے جاتا ہوں، حضور جلد تشریف لائیں۔

بیگم کپولٹ:۔تم چلو ہم آتے ہیں۔

(نوکر چلا جاتا ہے)

جولیٹ:۔نواب پارس تمہارے منتظر ہیں۔

دایہ:لڑکی جاؤ خوشی کے دنوں کے بعد خوشی کی راتیں نصیب ہوں۔

چوتھا منظر

(ایک گلی)

(رومیو، مرکیٹو، بنوالیو، کچھ اور لوگ مصنوعی چہرے لگائے ہوئے آتے ہیں۔ چند مشعلچی اور چند اور لوگ داخل ہوتے ہیں)

رومیو: ۔کیا نا خواندہ مہمان ہونے کی وجہ سے بطور معذرت کے کچھ کہنا پڑے گا، یا بغیر کچھ کہے سنے اندر جانا ہو گا؟۔

بنوالیو: ۔اب ان باتوں کے سوچنے کا وقت نہیں رہا، اور نہ مضمون کو اتنا طویل دینا مناسب ہے کہ کیوپڈ آنکھوں پر پٹی باندھے ہاتھ میں تاتاریوں کا سا تیر کمان لیے ایک کوئے اڑانے والے کی طرح عورتوں کو ڈرائے یا پردے کے پیچھے جو آدمی کتاب پڑھ کر ایکٹر کو لقمہ دیتا ہے۔اس سے اشارہ پاتے ہی فوراً سب کے سامنے اسٹیج آ جائے ہم تو صرف ناچ میں شریک ہو کر اپنے گھر چلے جائیں گے۔

رومیو: مجھے تو آپ مشعل دے دیجیے، مجھ سے ناچا نہ جائے گا، دل پر کچھ ایسا اندھیر سا چھایا ہے کہ میرے لئے تو صرف مشعل برداری کی خدمت کافی ہو گی۔

مرکیٹو: ۔نہیں شریف رومیو، ہم تمہیں ناچ میں ضرور شریک کریں گے۔

رومیو: ۔نہیں یقین مانیے میں ناچ میں شریک نہ ہوں گا، آپ تو ناچ کی جوتیاں پہنے ہیں۔آپ کے پاؤں پھرتیلے ہیں میرے دل پر تو وہ بھاری پتھر رکھا

ہے۔اور پاؤں میں ایسی بیڑی پڑی ہے کہ ہلنا تک ممکن نہیں۔

مرکیثو:۔آپ تو عاشق ٹھیرے خدائے عشق سے پر مانگ کر خوب اونچے اڑیے۔

رومیو:۔مجھے تو اسی خدائے عشق نے تیروں سے ایسا چھلنی کر دیا ہے کہ اس کے پر لگا کر بھی پرواز نہیں کر سکتا۔بجز رنج و افسوس کے دوسری چیز مجھ سے نہیں ہو سکتی، عشق کا بھاری بوجھ تو مجھے غم کے سمندر میں ڈبوئے دیتا ہے۔

مرکیثو:۔کیا ڈوبنے کے لئے عشق کو آپ بھاری پتھر بتاتے ہیں؟۔حقیقت یہ ہے کہ ایک نازک طبیعت کے لئے عشق واقعی سنگ گراں ہے۔

رومیو:۔تو کیا آپ عشق کو لطیف اور نازک سمجھتے تھے۔نہیں وہ نہایت گراں۔وحشی اور خطرناک چیز ہے۔کانٹے کی طرح ہر وقت دل میں چبھتا رہتا ہے۔

مرکیثو:۔اگر عشق گراں چیز ہے تو آپ بھی اس کے لئے سخت بن جائیں۔اور خود کانٹا بن کر اس کے دل میں چبھیں، پھر دیکھیے عشق کیسا آپ کا تابعدار بن جاتا ہے۔ایک چہرہ مجھے بھی دیجیے کہ میں اپنی صورت چھپاؤں، مجھے پرواہ نہیں کہ کوئی میری طرف دیکھ کر میری صورت کی بدنمائی معلوم کرے۔اگر کسی نے میری بد صورتی معلوم بھی کی تو وہ اس چہرے کی ڈراونی بھنویں دیکھ کر مجھ سے شرما جائے گا۔

بنوالیو:۔آؤ دروازے پر دستک دیں اور اندر پہنچیں اور اندر پہنچتے ہی ہر شخص ناچنا شروع کردے گا،

رومیو:۔ مجھے تو ایک مشعل دے دیجیے ان رندوں کو جو دل کے ہلکے ہیں مہمل گردشوں میں چکر کھانے دو، میں تو پرانے لوگوں کی اس مثل کا مصداق ہوں کہ وہ "شمع ہاتھ میں لیے سب کا تماشا دیکھے" یہ ناچ جیسا خیال میں اچھا تھا واقعی اچھا نہیں ہے۔اب اس کے متعلق کچھ نہیں کہوں گا، بس خاموش ہو جایئے۔ یہاں تو پہلے ہی سے کام تمام ہو چکا ہے۔

مرکیشو:۔ خاموش ہو جانے کی بھی کیا خوب رہی، کیا آپ لکڑی کا کندہ ہیں؟۔ کہ سر تک دلدل میں پھنسے ہیں، بس آگے چلیے وقت ضائع نی کیجیے، اگر آپ واقعی کسی درخت کا بے جان تنا ہیں تو ہم آپ کو دلدل میں سے نکال لائیں گے۔اور دلدل بھی ایسی جس میں آپ کانوں تک دھنسے کھڑے ہیں، بس آگے بڑھیے وقت ضائع کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔

رومیو:۔نہیں یہ بات نہیں ہے۔

مرکیشو:۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تاخیر میں وقت ضائع ہوتا ہے۔اور ہم اپنی روشنیاں مفت میں صرف کرتے ہیں۔ یہ تو دن میں شمع روشن کرنے کے برابر بات ہوئی، اگر ہمارے الفاظ کے صحیح معنے لیے جائیں تو غلط فہمی پیدا نہیں ہوسکتی۔

رومیو:۔ مصنوعی چہروں کے اس جلسے میں جانے سے ہماری کوئی بری غرض نہیں ہے۔

گو وہاں جانا خلاف عقل ضرور ہے۔ عقل اس میں شرکت کی اجازت نہیں دیتی۔

مرکیشو:۔ یہ کیوں؟۔

رومیو:۔ یہ اس لئے کہ رات میں نے خواب دیکھا تھا۔

مرکیثو:۔ خواب تو میں نے بھی دیکھا تھا۔

رومیو:۔ اچھا اپنا خواب بیان کیجیے۔

مرکیثو:۔ وہ یہی تھا کہ خواب دیکھنے والے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔

رومیو:۔ بستر پر چین سے سوتے ہیں اور سچے خواب دیکھتے ہیں۔

مرکیثو:۔ اچھا سنئیے میں نے خواب دیکھا کہ ملکہ میب جو پریوں کی مشہور پالنے والی ہے، اور جو سوتوں کے دماغ میں طرح طرح کے خیال پیدا کر کے عجیب وغریب خواب دکھاتی ہے۔ قدو قامت میں وہ ان چھوٹی چھوٹی تصویروں سے زیادہ نہیں، جو حاکم شہر کی انگشتری کے نگینے کے حاشیے پہ نقش ہوتی ہے۔ اس کے رتھ میں گھوڑوں کی جگہ چھوٹے چھوٹے چمکتے ذرے جتے ہوتے ہیں، اور رتھ چلغوزوں کے خالی چھلکوں کا ہوتا ہے۔ اور اس رتھ کو دو سوتے ہوئے آدمیوں کی ناک پر دوڑاتی ہے، پہیوں کے ارے مکڑی کی پتلی پتلی ٹانگوں کے ہیں۔ رتھ کی پوشش پروانے کے نازک پروں کی ہے۔ اور تسمے جس سے رتھ کھنچتا ہے۔ تار عنکبوت کے ہیں۔ اور گھوڑوں کی گردنیاں ماہتاب کی شعاع پرنم کی ہیں، چابک کا دستہ جھینگر کی ہڈی کا ہے، اور اس کا کوڑا باریک جھلی کو بٹ کر لگایا ہے۔ رتھ بان ایک مچھر یا چھوٹی مکھی ہے، جو کالی وردی پہنے ہے، اور وہ اتنی ہی بڑی ہے، جیسے کسی کام چور ماما کی انگلی کی پھانس ہو۔ رتھ کا پہیا چلغوزے کے چھلکے کو کتر کتر کر گلہری بڑھئی نے بنایا ہے، اس کی خبر نہیں ہے کہ گلہری کب سے پریوں کی سواری کے لئے ایسے رتھ تیار کرتی ہے۔ غرض اس حال میں یہ پریوں کی ملکہ عاشقوں کے

دماغوں پر راتوں رات اپنا رتھ اڑائے پھرتی ہے۔اور عاشقوں کو عشق ومحبت کے خواب نظر آیا کرتے ہیں۔کبھی یہ ملکہ درباریوں کے گھٹنوں پر اپنا رتھ چلاتی ہے۔اور وہ بڑے بڑے منصب پانے کے خواب دیکھنے لگتے ہیں۔کبھی وہ حسینوں کے لبوں پر اپنا رتھ ہانک دیتی ہے،اور وہ بوسوں کے خواب دیکھتے ہیں۔مگر ملکہ میب اس بات سے ایسی ناخوش ہوتی ہے کہ ان لبوں پر آبلے ڈال دیتی ہے۔کیونکہ ان کے دہن سے میٹھی میٹھی خوشبو آتی ہے،کبھی کبھی وہ کسی امیر یا نواب کی ناک پر اپنا رتھ چلا دیتی ہے،تو یہ امیر اپنی اپنی سرکار سے بڑے بڑے انعام واکرام پاتے ہیں۔اور اگر کہیں کسی پادری کی ناک پر اپنا رتھ ڈال دیا تو پھر یہ پادری ترقی اور اضافہ تنخواہ کے خواب دیکھنے لگتا ہے۔اور جب کبھی کسی سپاہی کی گردن پر اپنی گاڑی چلا دیتی ہے،تو پھر اس سپاہی کو یہی خواب نظر آتے ہیں کہ وہ دشمنوں کے گلے کاٹ رہا ہے۔کہیں شہر پناہ کی دیوار کر رنجک سے اڑا کر شہر میں گھس پڑا ہے۔کہیں دشمن کو زک دینے کے لئے کمین گاہوں میں بیٹھا ہے۔کہیں دس دس گز اونچی گھاس اور جھاڑیوں میں دشمن کی تاک میں چھپ کر بیٹھا ہے،کہیں اندلسی تلوار خواب میں نظر آتی ہے،پھر یکا یک طبل جنگ کی آواز اس کے کانوں میں آتی ہے۔اور اس آواز کو سنتے ہی چونک کر بیٹھ جاتا ہے۔دو چار گالیاں زبان پر لا کر کچھ دعا پڑھتا ہے اور پھر سو جاتا ہے۔یہ وہی ملکہ میب ہے جو رات کے وقت گھوڑوں میں مینڈھیاں گوندھ جاتی ہے۔اجلے کپڑے پہنے ہاتھ میں شمع لیے اصطبل میں گھستی ہے،اور گھوڑوں کی ایال پر شمع کی چربی ٹپکا کر بالوں کے ایسے ایسے گچھے اور گل جھٹیاں بنا دیتی ہے،کہ کسی کے سلجھائے نہ سلجھیں۔غرض یہ حال

ہے آپ کی ملکہ میب کا۔

مرکیشو:۔ جناب والا میں نے تو خوابوں کا حال عرض کیا ہے جو ایک دماغ پریشان کا ثمرہ ہوتے ہیں۔اور ایک آوارہ تخیل سے جو ہوا کی مثل باریک اور ہوا ہی کی طرح آن آن میں رخ بدلتا ہے۔پیدا ہوتے ہیں،اور اس تخیل کی آوارہ گردی کا یہ عالم ہے کہ ابھی شمال کے سرد ملکوں میں باد تند کی مانند جاری ہے تو ابھی وہاں سے بیزار ہو کر جنوب کے ملکوں میں جا پہنچتا ہے۔جہاں شبنم گرتی ہے۔

بنوالیو: جس ہوا کا آپ ذکر کرتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ہمیں ہمارے مقصد سے اڑا کر کہیں کا کہیں پہنچا دے۔ضیافت ختم ہو لی ہے،اگر وہاں پہنچیں گے بھی تو دیر سے پہنچیں گے۔

رومیو:۔ میں سمجھتا ہوں کہ جلسہ شروع ہونے سے بہت پہلے وہاں پہنچیں گے،کیونکہ دل کہتا ہے کہ آج سے ہمارے ستارے کی نحس گردش شروع ہو گئی ہے۔اور آج کا یہ جلسہ اس جان نخیف کی موت کا باعث ہو گا۔جو اس جسم زار میں اس وقت ممکن ہے لیں،وہ جو میری کشتی کا ناخدا ہے۔میرا ہادی اور رہبر بنے گا۔ اے رقص وسرود کے متوالو چلو۔

بنوالیو:۔نقارہ بجاؤ۔

پانچواں منظر

(امیر کپولٹ کا مکان)

(میوزیکا نچی حکم کے منتظر ہیں دستکیاں ہاتھ میں لئے آتے ہیں)

پہلا ملازم:۔ یہ برتنوں کو سنبھالنے والا کہاں گیا؟۔قابیں کون اٹھائے گا؟۔رکابیوں کو صاف کرکے میز پر لگانا ہوگا آخر یہ کام کون کرے گا؟۔

پہلا ملازم:۔یہ ٹوٹتی ہوئی کرسیاں اور برتنوں کی الماری یہاں سے اٹھاؤ چاندی کے برتنوں کا خیال رہے،مہربانی کرکے ذراسی بادام کی مٹھائی میرے لئے علیحدہ کرلینا،دربان سے کہہ دو کہ وہ سوسن اورنل کو اندر آنے دے۔اور انطونی اور پوتیان کو بھی اندر آنے سے نہ روکے۔

تیسرا ملازم:۔لڑکے بس تیار ہوجا،

پہلا ملازم:۔یار تو نے بڑی راہ دکھائی،سارے میں ڈھنڈیا پڑی پکارا،تلاش کیا مگر تیرا پتا کہاں چلتا۔اب آئے ہو تو کمرے میں چلو۔

چوتھا ملازم یہاں بھی کام کروں،وہاں بھی یہ تو ممکن نہیں واہ ہنسی خوشی کام کرو،پھرتی کرو۔پھرتی،کوئی کام رہنے نہ پائے،جو سب سے زیادہ کام کرے گا۔وہی سب سے زیادہ انعام پائے گا۔

(امیر کپولٹ مع جولیٹ اورگھروالوں کے آتا ہے،اوراس مجمع سے ملاقات

کرتا ہے، جو مصنوعی چہروں میں اپنی صورتیں چھپائے ہیں)۔

کپولٹ:۔ شریفو! کرم فرمایئے، آپ کا تشریف لانا میرے لئے موجب فخر ہے۔ بیگموں جنہوں نے قدم رنجہ فرمایا ہے، اگر آپ کو آبلہ پا کی شکایت نہیں ہے تو میں ضرور آپ کے ساتھ رقص کروں گا۔ آہا معزز خواتین آپ میں سے کون ہوگا جسے رقص میں شرکت سے انکار ہوگا۔ جسے رقص کرنے میں تذبذب ہوگا، اسے ضرور آبلہ پائی کی شکایت ہوگی۔ (مصنوعی چہرے والوں سے مخاطب ہوتا ہے) شریفو آپ بھی کرم فرمائیں، میں بھی رقص وسرود کی محفلوں میں کبھی مصنوعی چہرے لگا کر شریک ہوتا تھا۔ اور کسی حسین صورت کے کان میں کوئی ایسا لطیفہ کہتا تھا کہ جس سے وہ خوش ہوجاتی تھی۔ مگر وہ زمانہ گیا، بہت دور گیا۔ شریفو آپ کا یہاں تک تکلیف کرنا میرے لئے بڑا باعث عزت ہوا ہے، میوزیکا نچیو اپنے اپنے باجے اور ساز بجانے شروع کردو، ملازمو کمرے کی چیزیں ہٹا کر رقص کے لئے کافی جگہ بنادو،

(ساز بجتے ہیں اور سب ناچ میں مصروف ہوجاتے ہیں)

خدمت گارو! روشنیاں تیز کردو، میزوں کو تہہ کرکے دیواروں سے لگادو۔ آتش دانوں میں آگ کم کرو، کمرہ بہت گرم ہوگیا ہے۔ کیوں جناب فرمایئے تو یہ جلسہ خلاف توقع کس خوبی سے ہو رہا ہے۔ بھائی صاحب کپولٹ آپ تشریف رکھیے۔ اب ہم آپ تو بڈھے ہوئے۔ ہمارے ناچنے کے دن کہاں رہے، بھلا بتایئے تو ہمیں یہ مصنوعی چہرے لگائے کتنے دن ہوئے ہونگے۔

امیر کپولٹ کا عزیز:۔ تقریباً تیس برس سمجھیے اس میں ذرا شک نہیں۔

کپولٹ:۔ کیا فرمایا، اتنا زمانہ ہرگز نہیں ہوا، لازینوں کی شادی کو نیتی کاست کے تہوار پر جب کبھی وہ آئے پورے پچیس برس ہو جائیں گے، پس اسی شادی کے موقعہ پر ہم نے آپ نے چہرے لگائے ہونگے۔

امیر کپولٹ کا عزیز:۔ نہیں جناب اس سے زیادہ زمانہ گزرا ہے۔لازینوں کا بیٹا اب تیس برس کا ہے۔

امیر کپولٹ:۔ آپ کے فرمانے کی بات ہے دو برس ہوئے جب تک تو وہ نابالغ تھا، جائیداد وگزاشت کہاں ہوئی تھی؟۔

رومیو: (ایک خدمتگار سے پوچھتا ہے)۔وہ خاتون کون ہیں، جو اس جوان مرد کے ساتھ رقص کرتی ہیں۔

خدمتگار، حضور مجھے علم نہیں۔

رومیو: واہ کس بلا کا حسن ہے! معلوم ہوتا ہے کہ شمعوں کو بھی روشن ہونا اسی حسن نے سیکھایا ہے۔شب سیاہ کے عارض پر کان کا موتی پڑا جھمک رہا ہے، مگر ہائے یہ موتی رومیو کا نہیں ہے۔اس دنیا کی حیثیت سے تو وہ کہیں بڑھ کر ہے، یہ حسین صورتیں تو اور مہہ جبینوں میں جو رقص کرتی ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کوؤں کا ایک جھنڈ اڑتا ہوا کسی کھیت میں اترے، اور ان میں ایک اجلی پاکیزہ پروں والی قمری بھی ہو، ذرا ناچ ختم ہو جائے تو معلوم کروں کہ وہ کہاں کھڑی ہوتی ہے۔اس سے مصافحہ کر کے اپنے ناپاک ہاتھوں کو پاک کروں، کیا میرے دل میں کسی اور کا عشق تھا، اے نظر شناس حسن مکر جا، کیونکہ واقعی جسے حسن کہتے ہیں۔وہ اس وقت سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔

ٹائی بلٹ:۔ اس آدمی کی تو آواز ہی بتا رہی ہے کہ وہ مونٹیگ کے گھرانے کا ہے ۔لڑکے ذرا میرا خنجر تو اٹھا دے ۔ یہ غلام بچہ منہ پر مصنوعی چہرے لگائے ہمارے جلسے کی ہتک کرنے آیا ہے ۔میں تو اپنے خاندان کی حفظ ناموس کی قسم کھائے بیٹھا ہوں۔ اگر میں نے اسے جان سے مار ڈالا تو ہرگز کوئی گناہ نہ ہوگا۔

کپولٹ:۔ کیوں عزیزمن یہ غصہ کیسا؟ ۔اتنا شور کیوں مچانے لگے؟۔

ٹائی بلٹ:۔ چچا جان وہ آدمی مونٹیگ کے گھرانے کا ہے جو ہمارا پرانا دشمن ہے ۔یہ سارے جلسے کی ہتک اور بے عزتی کرنے یہاں آیا ہے۔

کپولٹ:۔ کہیں یہ جوان رومیو تو نہیں ہے؟۔

ٹائی بلٹ:۔ جی ہاں وہی شیطان رومیو ہے۔

کپولٹ:۔ عزیزمن غصہ دور کرو، رومیو سے ہرگز کوئی بحث نہ کرو، محفل میں اس کا طور وطریق شریفانہ ہے، سچ تو یہ ہے کہ ویرونہ کا سارا شہر اس کی نیک چلنی کی اور باوجود جوان ہونے کے اپنی حرکات وسکنات پر قابو رکھنے کی تعریف کرتا ہے۔ مجھے تو اگر کوئی سارے شہر کا دھن دولت بھی دے تو اس بات کو گوارا نہ کروں گا کہ میرے گھر میں اسے کوئی ہاتھ تک لگائے ۔ٹائی بلٹ:۔ صبر سے کام لو، اور رومیو کا خیال دل سے دور نکال دو، اور میرا یہ حکم ہے۔ جس کا لحاظ کرنا تمہارے لئے نہایت ضروری ہے۔ صورت اچھی رکھو، یہ تیوری کے بل دور کرو، اور جیسا کہ ایک ضیافت کے موقع پر انسان کو صورت بشاش رکھنی چاہیئے ۔تم بھی وہی اختیار کرو،

ٹائی بلٹ:۔ جس ضیافت میں ایسے شیطان شریک ہوں، وہاں غصہ ہی کی صورت رکھنی بہتر ہوتی ہے ۔مجھ سے یہ حالت برداشت نہیں ہوتی ۔

کپولٹ:۔ تمہیں سب کچھ برداشت کرنا ہوگا، بھلے مانس سب باتیں گوارا کرنی پڑیں گی، گوارا کرنا نہ کرنا تمہاری مرضی پر نہیں ہے، اس گھر کا مالک میں ہوں یا تم ہو، یا تم ہو، تم نے کیا کہا کہ اس کا آنا تمہیں گوارا نہیں، خدا تمہیں نیک توفیق دے، کہیں میرے مہمانوں میں بدمزگی پیدا نہ کرا دینا، اگر کچھ فساد پیدا کرنے کا ارادہ ہے تو کہہ دو۔

ٹائی بلٹ:۔ نہیں چچا جان، مگر رومیو کی شرکت تو ہمارے لئے بڑی شرم ناک بات ہے۔

کپولٹ:۔ جاؤ بھئی تم تو بڑے بدمزاج آدمی نکلے، اس میں شرم کی کیا بات ہے دیکھو کوئی حرکت ایسی نہ کر بیٹھنا کہ خود نقصان اٹھاؤ، میں سمجھتا ہوں کہ تم میرے کہنے کا برا نہیں مانوگے، اور یہی سمجھو گے کہ ہاں وہ تو ایک غیر آدمی ہے۔ہاں دوستو مہربانو! شاباش۔ واہ واہ ٹائی بلٹ تم تو بڑے ہی مغرور اور نخوت زدہ نکلے۔جاؤ خبردار نچلے بیٹھنا، روشنیاں تیز کرو، چپ کیوں نہیں رہتے، کیا غیرت شرم سب اڑ گئی۔اب مجھے تمہیں چپ ہی کرانا پڑے گا۔ہاں میرے مہمانوں خوب لطف اٹھاؤ، ایسی حالت میں ٹائی بلٹ تمہارے لئے صبر کے ساتھ خاموش بیٹھنا ضروری ہے۔

ٹائی بلٹ:۔ جب دل میں غصہ بھرا ہو تو تمام جسم پر رعشہ ہو جاتا ہے، بہت خوب جناب والا میں یہاں سے چلا ہی جاتا ہوں، رومیو کی یہ بے جا مداخلت اس وقت بھلی معلوم ہوتی ہو، مگر انجام میں وہ بڑی ہی تلخ ثابت ہوگی

(چلا جاتا ہے)۔

رومیو: (جولیٹ سے کہتا ہے) اگر میرے ان نالائق ہاتھوں نے اس معبد حسن و جمال کو چھوکر ناپاک کیا ہے، تو اس کی سزا یہی ہو سکتی ہے کہ میرے ان دو لبوں کو جو شرمسار زائروں کی طرح آستانے پر حاضر ہیں اجازت ہو کہ وہ ایک نازک بوسے سے اس ناپاکی کو دور کریں۔

جولیٹ: ۔اچھے یاتری! تم اپنے ہاتھوں کے ساتھ کیوں اتنی بے انصافی کرتے ہو، مصافحہ تو خلق و محبت کی نشانی ہوا کرتا ہے۔ہاتھ تو خاصان خدا بھی رکھتے ہیں جنہیں زائر اپنے ہاتھوں سے چھوتے ہیں ہاتھ سے ملانا تو زائروں کا بوسہ ہوتا ہے۔

رومیو: تو پھر خدا کے ان پیاروں کی طرح زائر بھی تو لب رکھتے ہیں۔

جولیٹ: ۔ہاں یاتری ان کے بھی لب ہوتے ہیں، مگر وہ دعا اور عبادت کے لئے ہوتے ہیں۔

رومیو: تو پھر اے خدا کی پیاری لبوں کو بھی وہی کرنے دو جو ہاتھوں نے کیا ہے، وہ دعا کے لئے اٹھتے ہیں۔ان کی دعا قبول کرو۔تاکہ ایمان واعتقاد ان کا رومایوسی نہ ہو جائے۔

جولیٹ: ۔راہ حق سے ہٹنے کو کون کہتا ہے۔

رومیو: دعا کا مقصد حاصل کرنے دیجیے (اتنا کہہ کر رومیو جولیٹ کے لبوں کا بوسہ لیتا ہے) دیکھیے اس طرح آپ کے لبوں نے میرے لبوں کا گناہ چوس لیا۔

جولیٹ: ۔تو کیا تمہارے لبوں کا گناہ میرے لبوں نے لے لیا۔

رومیو: ۔میرے لبوں سے گناہ یہ بھی کیسی پر لطف دراندازی ہے۔اچھا تو آپ

میرا گناہ مجھے واپس کر دیں۔

جولیٹ:۔آپ تو بوسوں کے معاملے میں بڑے حساب کتاب سے چلنے والے نکلے۔

دایہ بیگم:۔آپ کی اماں جان کچھ بات کرنے کو آپ کو بلا رہی ہیں۔

رومیو:۔دایہ سے پوچھتا ہے کہ ان کی اماں جان کون ہیں؟۔

دایہ! واہ واہ یہ بات بھی آپ نے خوب پوچھی۔اے وہی تو اس گھر کی مالکن ہیں۔بڑی نیک، عاقل، اور فرزانہ بیوی ہیں۔جس بچی سے آپ باتیں کرتے تھے۔اس کو دودھ میں نے پلایا ہے۔

رومیو: تو کیا کپولٹ گھرانے کی وہ بیٹی ہیں۔ہائے تقدیر اب تو یہ جان دشمن کا قرضہ ہوگئی۔دشمن اس جان کو لیے بغیر کب چھوڑے گا۔

بنوالیو:۔رومیو یہاں بت بنے کیوں کھڑے ہو۔اس وقت ناچ رنگ خوب زور پر ہے۔آگے دیکھو، اب تک جو کچھ دیکھا ہے، ممکن ہے اس سے بھی کوئی بہتر چیز دیکھنے میں آئے۔

کپولٹ:۔نہیں ابھی کوئی صاحب نہیں جائیں۔ایک مختصر سی ضیافت تیار ہے، اگر مرضی ہو تو اس میں شریک ہو کر بندے کو ممنون فرمائیں۔بہتر ہے۔آپ کی اس تکلیف کا بے حد شکر گزار ہوں۔خدا حافظ۔(ایک خدمتگار سے کہتا ہے)

مشعلیں ادھر زیادہ دکھاؤ، ہم تو اسی وقت خواب گاہ کو جانا چاہتے ہیں۔(اسی خدمت گار سے کہتا ہے) سنا تم نے بھلے مانس اب تو رات زیادہ آ گئی ہے۔

(سب چلے جاتے ہیں، جولیٹ اور دایہ رہ جاتی)

جولیٹ:۔دایہ دیکھنا وہ آدمی جو ادھر کو جا رہا ہے کون ہے؟۔

جولیٹ:۔وہ تو ٹائی بیرو کا فرزند اور وارث ہے۔

جولیٹ:۔وہ نہیں اسے پوچھتی ہوں جو ابھی دروازے سے باہر نکلا ہے۔

دایہ بیگم:۔میں اس سے واقف نہیں۔

جولیٹ:۔اچھی میری دایہ ذرا جا کر اس کا نام تو پوچھ آ اگر اس کی شادی ہو چکی ہے تو میری شادی کا بچھونا میرا کفن ہو گا۔

دایہ: اس کا نام رومیو ہے، اور وہ مونٹیگ کے گھرانے کا آدمی ہے، یا یوں سمجھیے کہ وہ تمہارے دشمن کا اکلوتا بیٹا ہے۔

جولیٹ:۔ہائے عشق جفا جار تو پیدا بھی ہوا تو ایسے دشمن سے ہوا جس کے سوا کوئی دوسرا دشمن نہیں مانا، اس سے ایسے حال میں ہوا، جب کہ اس کا کچھ حال معلوم نہ تھا۔اور جب حال معلوم ہوا تو دیر ہو چکی تھی، اس عشق کا پیدا ہونا بھی میرے لئے عجائبات میں سے ہے، افسوس عشق ہوا بھی تو ایسے دشمن سے جس سے بے حد نفرت ہونی چاہیے تھی،

دایہ:۔بیگم تم یہ منہ ہی منہ میں کیا کہہ رہی ہو؟۔

جولیٹ:۔کچھ نہیں ایک قافیہ بندی سی تھی، جس کے ساتھ ناچ رہی تھی، اس سے سیکھی تھی۔

(اندر سے کوئی جولیٹ کو پکارتا ہے)

دایہ: بیٹی جلدی کرو جلدی، اب یہاں سے چلو، مہمان سب سدھار گئے ہیں۔

(سب چلے جاتے ہیں)

جزو ثانی

تمہید

(مل کر گانے والوں کا طائفہ آتا ہے)

طائفہ: روز ان کے عشق کا رومیو کے دل میں اب دم واپسیں ہے، تا کہ جولیٹ کا عشق اس کا جانشین بنے۔ وہ حسن کے لئے آئیں کھینچ کر جان تک دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اب جولیٹ کے حسن کے سامنے حسن نہ تھا، عشق جو اب تک بچوں کا کھیل تھا، پوری قوت اور شان دل بری میں ظاہر ہوا۔ اب رومیو عاشق بھی ہے اور محبوب بھی۔ دونوں کی حسین نگاہوں نے ایک دوسرے پر جادو ڈالا ہے۔ جولیٹ دشمن کے گھرانے کی بیٹی ہے۔ اس کا شکوہ عاشق کے دل میں ضرور رہتا ہے۔ رومیو بھی چونکہ دشمن خاندان کا لڑکا ہے۔ اس لئے معمولی عشاق کی طرح اظہار محبت کے لئے جولیٹ تک کم رسائی رکھتا ہے۔ رومیو اور جولیٹ دونوں کے دلوں میں عشق ایک ہی درجہ اور قوت کا ہے۔ اس وجہ سے جولیٹ کو اپنے عاشق سے ملنے کے مواقع اور بھی کم نصیب ہوتے ہیں۔ مگر جذبہ دل انہیں طاقت بخشتا ہے۔ اور زمانہ ملاقات کے موقعے دیتا ہے۔ ملنے میں جس قدر خطرے زیادہ ہیں، اسی قدر لطف بھی زیادہ ہے۔ راحت تکلیف کو معتدل کرتی رہتی ہے۔

پہلا منظر

(امیر کیولٹ کے باغ سے ملی ہوئی گلی)

(رومیو آتا ہے)

رومیو:۔جب دل یہاں ہو تو قدم آگے بڑھنا معلوم

(رومیو باغ کی دیوار پر چڑھ کا باغ میں کود جاتا ہے)

(بنوالیو اور مرکیٹو آتے ہیں)

بنوالیو:۔رومیو بھائی رومیو!

مرکیٹو: آدمی ہشیار ہے غالباً گھر جا کر آرام سے سو گیا ہے۔

بنوالیو:۔نہیں ابھی تم نے اسے ادھر جاتے دیکھا ہے، یقینی باغ کی دیوار پھاند کر اندر پہنچا ہے، مرکیٹو:۔ذرا تم بھی اسے آواز دو۔

مرکیٹو:۔اچھا میں اسے پکارتا ہوں رومیو ارے دیوانے مجنوں، عاشق، اور کچھ نہیں تو ایک آہ کی شکل میں نمودار ہونے والے سامنے آجا۔کوئی شعر ہی پڑھ کہ تیری طرف سے اطمینان ہو، اتنا ہی بتا دے کہ ہاں زندہ ہوں۔حسن کی چغل خور دیوی وینس ہی کا نام لے، یا اس کے اندھے فرزند اور وارث کیوپڈ ہی کو کسی پیار کے نام سے پکار، جس نے ایک بڑے بادشاہ کو تیر مار کر ایک فقیرنی کے عشق میں مبتلا کیا تھا۔واہ واہ آواز تک نہیں، بنوالیو:۔وہ تو کچھ سنتا ہی نہیں اسے تو نہ جنبش ہے

نہ حرکت کہیں وہ مر تو نہیں گیا اور اگر مر گیا ہے تو اس کی روح کو طلب کرتا ہوں۔ اے رومیو کی روح تجھے روزالن کے قد زیبا لب لعل اور جبین روشن کی قسم تو اپنی اصلی صورت میں ہم پر ظاہر ہو جا۔

بنوالیو:۔ اگر وہ سنتا ہے تو تمہاری یہ باتیں سن کر نا خوش ہو گا۔

مرکیشو:۔ میری باتوں سے وہ ناراض یا نا خوش نہیں ہو سکتا، میں اسے سچے دل سے بلاتا ہوں اور جو نام اس کی محبوبہ کا میں نے ابھی لیا ہے۔ وہ بھی صحیح ہے میرے بلانے کی غرض تو صرف یہ ہے کہ اس کی روح اٹھ کر کسی طرح یہاں تک چلی آئے۔

بنوالیو:۔ اب یہاں سے چلو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان درختوں میں کہیں چھپ گیا ہے تاکہ اس ٹھنڈی اور مرطوب رات میں شبنم سے بچ کر کہیں گزر کرے۔

مرکیشو:۔ عشق کو اندھا کہتے ہیں تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اپنا تیر کس طرح نشانے پر ٹھیک پہنچا دیتا ہے۔ رومیو تجھے خدا کو سونپا، میں تو کہیں چارپائی مل جائے تو پڑ کر سوتا ہوں۔ اس ٹھنڈی زمین پر پڑنا تو میرے لئے مشکل ہے۔ بنوالیو:۔ آؤ چلیں یہاں اس کا تلاش کرنا اور اس کا ماننا مشکل ہے، کوشش بے کار ہو گی۔

(چلے جاتے ہیں)

دوسرا منظر

(امیر کپولٹ کا باغ)

(رومیو آتا ہے)

(بالا خانے کی ایک کھڑکی میں جولیٹ کھڑی نظر آتی ہے)

لیکن خاموش یہ اوپر کھڑکی میں روشنی کیسی دکھائی دی؟۔ کیا یہ مشرق ہے، اور جولیٹ آفتاب اے آفتاب عالم تاب طلوع ہو اور اپنے نور سے ماہتاب کی روشنی کو ماند کر دے۔ اس کے چہرے پر تو رنج اور افسوس کے ساتھ زردی کھنڈی ہے۔ مگر تو جو اس کی پرستار ہے اپنے حسن و جمال میں اس سے بڑھ گئی ہے۔ ماہتاب کے پرستش کرنے والے شادی سے قسم کھا لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چندر دیبی دانیا کے دل میں رشک رہنے لگا ہے، اس کا لباس سبز اور بیماروں کا سا ہے۔ جسے سوائے دل جلوں کے کوئی دوسرا پسند نہیں کرتا، اس غم کے لباس کو اتار کر پھینک دے ارے یہ تو میری محبوبہ جولیٹ ہے، اے کاش اسے معلوم ہوتا کہ میں اس کا عشق ہوں! کچھ کہتی معلوم ہوتی ہے، مگر کہتی کچھ نہیں مگر اس سے کیا ہوتا ہے، آنکھیں تو کچھ کہنے سے باز نہیں میں اس کا جواب دیتا ہوں مگر میری یہ جسارت درست نہ ہو گی ۔ کیونکہ مجھ سے تو وہ کچھ نہیں کہہ رہی ۔ نگاہ آسمان کی طرف ہے جہاں دو حسین چمکتے

ستاروں میں کسی بات پر حجت ہو رہی ہے وہ دونوں جولیٹ سے التجا کرتے ہیں کہ جب تک ہم اپنی گردش پوری کر کے واپس نہ آ جائیں وہ ہماری جگہ روشن رہیں۔ یہ آنکھیں اگر آسمان پر ہیں اور ستارے وہاں جہاں جولیٹ کی آنکھیں ہیں تو کیا رخسار کی تابندگی ان ستاروں کو اس طرح شرمسار نہ کر دے گی جس طرح سورج کی روشنی چراغ کو شرمندہ کرتی ہے، آسمان سے فضا میں ان آنکھوں کا نور ایسا سہانا ہو گا کہ پرندے بسیرا لیتے لیتے بیدار ہو کر چہکنے لگیں گے اور سمجھیں گے کہ رات نہیں رہی دن نکل آیا۔ وہ دیکھو وہ کس طرح ہاتھ کو عارض پر رکھے کسی فکر میں ہے، اے کاش میں اس ہاتھ کا دستانہ ہوتا کہ اس کے رخسار کو چھو لیتا۔

جولیٹ:۔افسوس!افسوس!!

رومیو:۔سنو تو کیا کہتی ہے اے نور کے فرشتے پھر کچھ کہہ تو اس اندھیری رات میں، اپنا نور مجھ پر اس طرح برسا رہا ہے جیسا کہ آسمان کا کوئی اجلے پروں والا فرشتہ سست رفتار بادلوں سے نکل کر آسمان پر نمودار ہو، اور زمین پر آدمی اسے اپنے گھروں سے دیکھیں۔

جولیٹ:۔ہائے رومیو ہائے رومیو تو کہاں ہے؟ اپنے نام سے اپنے باپ سے انکار کر دے اگر یہ نہ ہو سکے اور پھر بھی میرے عشق کا دعویٰ کیا تو میں کپولٹ نہ رہوں گی۔

رومیو:۔کیا ابھی اور سنے جاؤں یا جواب دوں؟۔

جولیٹ:۔یہ تیرا نام ہی فقط میرا دشمن ہے تو تو ہے مونٹیگ نہیں ہے، آخر اس مونٹیگ کے کیا معنی ہیں؟۔نہ وہ ہاتھ ہے نہ پاؤں نہ بازو نہ چہرہ نہ جسم کا کوئی حصہ

جو انسان رکھتا ہے۔کاش تو اپنا کوئی اور نام رکھ لیتا۔نام میں کیا دھرا ہے، جسے ہم پھول کہتے ہیں اگر اس کا کوئی دوسرا نام ہوتا تو اس کی خوشبو تو وہی رہتی جواب ہے۔ہائے کاش اس کا نام رومیو نہ ہوتا۔اور بجز اس نام کے اس کی اور سب چیزیں اس کے پاس رہتیں۔رومیو اس نام کو ترک کر دے، جو تیری ہستی کا کوئی جزو نہیں اس کے بدلے تو مجھے اپنا سمجھ۔

رومیو: جو کچھ کہتی ہو مجھے سب منظور ہے، میرا نام تو عشق ہے، اور آج سے یہی نام ہے اب میں رومیو نہیں رہوں گا۔

جولیٹ (چونک کر) تو کون مرد ہے جو اس رات میں یہاں چھپا کھڑا ہے، اور میرے خیالات میں مخل ہوتا ہے؟۔

رومیو:۔(نام بتا کر) میں نہیں کہہ سکتا کہ میں کون ہوں اے پیارے محبوب! مجھے خود اپنے نام سے نفرت ہے، یہ نام میرا دشمن ہے اگر کہیں کاغذ پر لکھا دیکھتا تو اس کاغذ کے پرزے کر دیتا۔

جولیٹ:۔گو چند الفاظ ہی تمہاری زبان سے نکلے، مگر میں نے تمہیں پہچان لیا۔کیا تم رومیو: مونٹیگ کے خاندان سے نہیں ہو؟۔

رومیو: نہیں۔خدا کی بہت پیاری حسین اور پاک جان اگر تمہیں ان دونوں ناموں میں سے ایک بھی پسند نہیں، تو میں نہ رومیو ہوں اور نہ مونٹیگ۔

جولیٹ:۔یہ تو بتاؤ کہ تم یہاں چلے کیسے آئے اور کیوں آئے؟۔اس باغ کی دیواریں تو اتنی اونچی ہیں کہ ان پر چڑھنا مشکل ہے۔اس خیال سے کہ تم کس گھرانے سے ہو، میرے عزیزوں میں سے کسی نے تمہیں دیکھ لیا تو پھر یہ جگہ

تمہارے لئے موت ہوگی۔

رومیو: عشق کے نازک پر لگا کر میں نے یہ دیوار پاندھی۔ عشق کو پتھر کی دیواریں بھی اندر آنے سے نہیں روک سکتیں، عشق جو کچھ چاہتا ہے ہمیشہ وہی کر دکھاتا ہے ،اس لئے آپ کے عزیز واقربا میرے لئے کوئی روک نہیں۔

جولیٹ:۔ اگر ان میں سے کسی نے تمہیں یہاں دیکھ لیا تو پھر وہ تمہارا خون کر ڈالیں گے۔

رومیو: مگر ان تلواروں میں وہ ہلاکت نہیں جو تمہاری ایک نگاہ میں ہے، آپ کی نگاہ مہر درکار ہے پھر ان کی دشمنی میرا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔

جولیٹ:۔ میں نہیں چاہتی کہ کوئی تمہیں یہاں دیکھے۔

رومیو: اگر کوئی ادھر آیا بھی تو میرے پاس شب خوابی کا ایک لمبا لباس ایسا ہے جسے پہن کر اس کی نظر سے چھپ جاؤں گا، اگر تمہیں مجھ سے عشق ہے،تو پھر انہیں مجھے یہاں دیکھ لینے دو میری جان کا ان کی عداوت کی نذر ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ بغیر تمہارے عشق کے زیادہ دن جیوں۔

جولیٹ: آپ کو میرے گھر کا راستا کس نے بتایا؟۔

رومیو: عشق نے پہلے تو اس نے مجھے آپ کی تلاش پر لگایا، پھر اسی عشق نے مجھے صلاح دی اور میں نے اسے آنکھیں دیں مجھے آپ کے گھر کا راستا معلوم نہ تھا لیکن اگر آپ دور سے دور سمندر کے پاس کسی ویران ساحل پر بھی رہتی ہوتیں تو پھر بھی میں اس دولت حسن وناز کے لئے وہاں پہنچ جاتا۔

جولیٹ:۔ اس وقت میرے چہرے پر رات کی نقاب پڑی ہے، ورنہ تم دیکھتے

کہ جو کچھ تم نے مجھے کہتے سنا ہے اس نے میرے چہرے کو حیا و شرم سے کتنا سرخ کر دیا ہے، اگر رسم و رواج کی پابندی ہوتی ،تو تم سے محض رسمی ملاقات ہوتی، اور جو کچھ تم نے اس وقت میری زبان سے سنا ہے ۔اس سے خوش ہو کر قطعی انکار کر دیتی ۔لیکن رسوم و رواج سے قطع نظر کر کے بتاؤ کہ کیا تمہیں مجھ سے عشق ہے؟ ۔میں سمجھتی ہوں کہ اس کا جواب تم مجھے یہی دو گے کہ ''ہاں ہے'' اور میں تمہاری بات کا یقین بھی کر لوں گا لیکن اگر تم نے قسمیں کھانی شروع کیں تو ممکن ہے تم اخیر میں دروغ گو ثابت ہو، عاشقوں کی قسموں پر خدائے فلک جوپیٹر ہنستا ہے ۔شریف رومیو: اگر تمہیں حقیقت میں مجھ سے عشق ہے تو سچے دل اور ایمان سے اس کا اقرار کرو، لیکن اگر تم اس خیال میں آ گئے کہ میں جلدی سے تم کو مل گئی ۔اور تم میری اس حرکت کو سبک سمجھے تو پھر مجھے رنج پہنچے گا ۔غصہ آئے گا اور تم سے قطعاً انکار کر دوں گی ۔اگر یہ باتیں تمہیں منظور ہیں تو تم مجھ سے عشق کر سکتے ہو ۔ورنہ پھر دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے گی اور میں تمہاری نہ ہو سکوں گی ۔اگر شریف ہو یقین مانو میں تمہارے حق میں اس سے زیادہ باوفا ثابت ہوں گی، جن کو ذرا ذرا سی بات پر غیر بن جانے کی مشق ہوتی ہے ۔مجھے اس بات کا اقرار ہے کہ میں بھی شروع میں تمہارے ساتھ مغائرت برتتی ۔لیکن تم نے بغیر میرے علم کے کچھ باتیں عشق و محبت کی میری زبان سے سن لی ہیں ،بس للہ معاف کرو، اور میرے اس اظہار عشق کو کوئی خفیف حرکت یا جھوٹا عشق نہ سمجھنا ۔رات کے اندھیرے نے دل کا حال روشن کر دیا۔

رومیو :معزز خاتون! سامنے جو چاند درختوں کی چوٹیوں پر اپنا نور نثار کر رہا ہے

،اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے تجھ سے عشق صادق ہے۔

جولیٹ:۔اس ماہتاب بے ثبات کی قسم نہ کھاؤ، یہ تو ہر مہینے اپنی گردش میں صورت بدلتا رہتا ہے۔کہیں اسکی طرح تمہارے عشق میں بھی تلون نہ پیدا ہو جائے۔

رومیو:تو پھر میں کس کی قسم کھاؤں؟۔

جولیٹ:۔قسم کھانے کی ضرورت ہی نہیں، اگر قسم کھانی ہی منظور ہے تو اپنی ذات کی،اپنی خودی کی قسم کھاؤ۔کیونکہ تمہاری ذات تمہاری خودی ہی وہ صنم ہے ،جس کی پرستش میں کرتی ہوں،پھر مجھے ساری بات کا یقین آجائے گا۔

رومیو: پیاری محبوبہ اگر میرا دل۔۔۔۔

جولیٹ: نہیں قسم نہ کھاؤ،میرے دل کا تم چین و آرام ہو، اس رات کے وعدے سے مجھے اطمیان نہیں ہے، اس میں بڑی عجلت ہوئی ہے،یہ بات از خود ایسی یکا یک پیدا ہوئی ہے جیسے کہ بجلی جس کی چمک ۔اتنا کہتے کہتے وہ چمکی ختم ہو جا تی ہے۔پیارے تمہیں خدا کو سونپا۔ممکن ہے عشق کی یہ کلی موسم بہار کی گرمی سے کھل کر تمہاری دوسری ملاقات تک ایک خوش نما پھول بن جائے۔اچھا شب بخیر،شب بخیر،تمہارے دل کو بھی وہی راحت و آرام نصیب ہو، جو اس وقت میرے دل کو ہے۔

رومیو:ہائیں کیا آپ مجھے اس بے اطمینانی میں چھوڑ چلیں۔

جولیٹ:۔آج شب کو اور کیا اطمینان چاہتے ہو؟۔

رومیو:اپنے وعدہ عشق کے بدلے آپ کے عشق صادق کا وعدہ۔

جولیٹ:۔ میں تو تمہارے کہنے سے پہلے ہی عشق کا وعدہ کر چکی ہوں، مگر دل یہی چاہتا تھا کہ اس وقت وعدہ عشق نہ کرتی، تاکہ اس وعدے کی پھر تجدید ہوتی۔

رومیو: تو پھر اس پہلے وعدے سے منکر ہونے کی کیا غرض ہوئی؟۔

جولیٹ:۔ صاف کہتی ہوں کہ غرض صرف اتنی ہے کہ دوبارہ وعدہ وفا کرتی، گو دل یہی چاہتا ہے کہ جو وعدہ تم سے کیا ہے۔ وہ نہ کرتی، تاکہ دوبارہ وعدہ کرنے کی مسرت حاصل ہوتی۔ میرا عشق ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ اور اتنا ہی وہ عمیق بھی ہے جتنا عشق ظاہر کرتی ہوں، اس سے زیادہ اور پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ میرے عشق کی وسعت اور اس کا عمق لا متناہی ہے۔

(اندر سے دایہ پکارتی ہے)

یہ کس کی آواز سنتی ہوں اچھا پیارے اب رخصت ہوتی ہوں، دایہ میں ابھی آتی ہوں، پیارے مونٹیگ دیکھنا بے وفائی نہ کرنا، ثابت قدم رہنا، اچھا اچھا ابھی آئی تھوڑی دیر اور ٹھہرو۔

(جولیٹ بالا خانے سے چلی جاتی ہے)

رومیو: اے مبارک رات، بہت مبارک رات! ڈرتا ہوں کہ رات کا یہ وقت جو کچھ دیکھ رہا ہوں خواب تو نہیں ہے، اور خواب بھی ایسا مسرت انگیز کہ اس کی اصلیت میں شبہ ہوتا ہے۔

(جولیٹ پھر بالا خانے پر آتی ہے)

جولیٹ:۔ پیارے رومیو صرف اتنی بات کہنے آئی ہوں، ذرا اسے سن لو تو پھر خدا حافظ، اگر تمہارے اس عشق کی نیت اچھی ہے اور تمہارا قصد شادی کا ہے، تو کل

مجھے کہلوا بھجوانا، اور اسی آدمی کی معرفت کہلا بھجوانا، جسے میں تمہارے پاس بھیجونگی ۔ کہ شادی کہاں اور کس وقت ہوگی۔ ان سب باتوں سے اطلاع دینا، پھر میں اپنی دولت اور تقدیر کل تمہارے قدموں پر رکھ دونگی۔ اور تمہیں اپنا سر تاج بنا کر جہاں کہیں تم جاؤ گے تمہارے ساتھ رہوں گی۔

دایہ (اندر سے پکارتی ہے) بیگم!

جولیٹ: ۔ ابھی آئی اگر تمہاری نیت بری ہے تو پھر مجھے یہ کہنا ہے ـــــ۔

دایہ: ۔ اندر سے بیگم

جولیٹ: ابھی آتی ہوں کہ ''رومیو اپنی درخواست واپس لو اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو'' اپنا آدمی کل بھیجوں گی

رومیو: اور اس طرح میری روح کو مسرت اور شادمانی نصیب ہوگی۔

جولیٹ: ۔ ہزار ہزار مرتبہ شب بخر کہتی ہوں۔

(جولیٹ چلی جاتی ہے)

رومیو: ہائے اس روشنی کے گل ہوتے ہی شب بخیر ''تو شب بقر ہو گئی'' معشوق عاشق کی طرف اس شکل سے آتا ہے جیسے مدرسے کے لڑکے اپنی کتابوں کی طرف مائل ہوں، لیکن عاشق معشوق سے اس طرح جدا ہوتا ہے، جیسے کوئی لڑکا کتابوں کا بوجھ لے کر مدرسے جائے۔

(رومیو: جانے کا ارادہ کرتا ہے)

(جولیٹ پھر بالا خانے پر آتی ہے)

جولیٹ: ۔ رومیو: رومیو: کاش میں ایک شکرہ باز کی طرح آواز دے کر اپنے

شکرے کو بلا لیتی، جس کے پاؤں میں زنجیر پڑی ہو، اسے خوف ہوتا ہے کہ کوئی اس کی آواز نہ سن لے، وہ گلا بیٹھے ہوئے آدمی کی طرح آواز سے بول نہیں سکتا۔ورنہ میں تو اس گنبد کو جو صدائے بازگشت کا مسکن ہے چیختے چیختے شق کر دیتی۔اور اپنے پیارے رومیو کا نام اس طرح پکارتی کہ آواز کی گونج بھی میری آواز سے زیادہ بھاری ہوتی۔

رومیو: ارے یہ تو میری جان میری روح ہے جو مجھے آواز دے رہی ہے، معشوقوں کی آواز رات کے وقت ایسی پیاری معلوم ہوتی ہے، جیسے چاندی کی گھنٹیاں بجتی ہوں، اور عاشقوں کے کانوں کو وہ ایسی خوشگوار ہوتی ہیں جیسے سماع کے متوالوں کو موسیقی کی صدائیں۔

جولیٹ: رومیو!۔

رومیو: پیاری کیا کہتی ہو؟۔

جولیٹ: ۔کل کتنے بجے اپنا آدمی تمہارے پاس بھیجوں؟۔

رومیو: نو بجے۔

جولیٹ: ۔اچھا اس فرق نہ ہوگا، مگر جب تک تو یہ بیچ کا زمانہ بیس برس سے بھی زیادہ کٹھن گزرے گا، بھول گئی کیوں تمہیں بلایا تھا؟۔

رومیو: جب تک یاد آئے میں یہاں موجود ہوں۔

جولیٹ: ۔تو پھر میں بھول بھلو جاؤں گی کہ تم یہی رہو اور یہی یاد کرتی رہوں گی کہ تمہارا عشق اب دل میں کیسا نقش ہوگیا ہے۔

رومیو: اور میں یہیں حاضر رہوں گا، کہ تم بھولتی رہو، میں بھی اب سوائے اس در

کے کسی درکو یاد نہ رکھوں گا۔

جولیٹ:۔اب تو صبح ہونے کو ہے بہتر ہے چلے جاؤ، مگر اس سے زیادہ دور نہیں جانے دونگی۔جتنا کہ صیاد سدھے ہوئے پرندے کو جانے دیتا ہے، پھدک پھدک کر تھوڑی دور جاتا ہے، کہ صیاد ریشم کی ڈوری کھینچ کر اسے اپنے پاس لے آتا ہے۔ محبت اتنی ہے کہ وہ اپنی قید سے آزاد نہیں ہونے دیتی۔

رومیو: کاش میں آپ کا ایسا ہی طائر گرفتار ہوتا۔

جولیٹ:۔اور پیارے یہی کیفیت میری تمہارے لئے ہوتی، لیکن میرے زیادہ پیار اخلاص سے تم جان سے نہ جاتے رہنا۔اچھا شب بخیر بخیر جدائی میں بھی وہ شیریں حزن وملال ہوتا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ خدا حافظ کہتے کہتے صبح کر دوں۔

(جولیٹ بالا خانے سے چلی جاتی ہے)

رومیو: تیری آنکھوں کو خواب شیریں اور تیرے دل کو سکون وقرار نصیب رہے۔اے کاش میں تیری آنکھوں کی نینداور تیرے دل کا سکون ہوتا، بس پیاری اب آرام کرو، میں تو اب پادری کے حجرے کو جاتا ہوں، کہ اس سے مدد مانگوں، اور جو کچھ پیش آیا ہے۔اس کے سامنے بیان کروں۔

تیسرا منظر

(پادری لارنس کا حجرہ)

(پادری ہاتھ میں ایک ٹوکری لیے ہوئے آتا ہے)

پادری لارنس: صبح اپنی ہلکی ہلکی زرد روشنی سے شب تیرہ وتار پر مسکرانے لگی ہے۔ مشرق کی طرف بادلوں میں روشنی کی تحریریں نمودار ہو چکی ہیں، تاریکی ایک مے خوار کی طرح لڑکھڑاتی چال سے دن کی روشنی اور سورج کی کرن کا راستہ چھوڑ کر رخصت ہو رہی ہے، اور آفتاب دن کو مبارک باد دینے کو جب اپنا آتشیں سر اونچا کرتا ہے تو رات کی رطوبتیں خشک ہو جاتی ہیں۔ پہلے میں اپنی ٹوکری تو زہریلی جڑی بوٹیوں اور رسیلے پھولوں سے بھر لوں، یہ زمین یہ خاک وہ ہے جس سے فطرت کی ہر شے پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر اس میں رل مل کر مٹی ہو جاتی ہے۔ یہی زمین ہر چیز کی لحد بھی ہے اور اس کا بطن بھی، اور یہ بطن وہ ہے جس سے ہر رنگ اور روپ کی اولاد پیدا ہوتی ہے اور پرورش پاتی ہے۔ اس خاک کی پیداوار میں بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن میں بکثرت خواص ہوتے ہیں کوئی شے ایسی نہیں جس میں کچھ نہ کچھ خاصیت نہ رکھی گئی ہو لیکن خواص سب مختلف ہوتے ہیں کوئی تاثیر میں اچھا اور مفید اور کوئی مضر اور نقصان دہ ہوتا ہے، خواص جو جڑی بوٹی نباتات میں پائے جاتے ہیں، پروردگار عالم نے ان میں کیسی قوت رکھی ہے۔ کوئی

بری سے بری چیز دنیا میں ایسی نہیں کہ صحیح استعمال سے وہ فائدہ نہ پہنچاتی ہو، اور کوئی اچھی چیز ایسی نہیں جو اپنے صحیح استعمال کے خلاف ہوتی جائے اور وہ اپنی اصل خوبی سے متجاوز ہو کر نقصان نہ پہنچائے، اگر کوئی غیر چیز اس میں شک کر دی جائے تو وہ اپنا اصلی اثر پیدا نہیں کرتی اچھی چیز بھی اگر اس کا استعمال غلط کیا جائے تو بری ہو جاتی ہے اور بری چیز بھی گو اس میں برائی موجود ہوتی ہے اگر اپنے اثر سے اچھا نتیجہ پیدا کرے تو وہ اچھی ہو جاتی ہے، یہ نازک پھول جس کی ابھی کلی تک نہیں بنی ہے اس میں زہریلے اور طبی خواص موجود ہیں۔ اگر کوئی اسے سونگھے گا تو جسم کے تمام اعضاء کو تقویت ہو گی، اور اگر کوئی اسے چکھے گا تو تمام قوائے جسمانی مع دل کے اپنا فعل ترک کر دیں گے۔ اس طرح انسان ہو یا نباتات ہر ایک میں دو دشمن اپنا لشکر ڈالے پڑے ہیں، ان کی نیت میں خوبیاں بھی ہیں اور خرابیاں بھی، اگر خرابیاں غالب ہیں تو پھر موت کا کیڑا اندر ہی اندر سے کھا کر سب کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔

(رومیو آتا ہے)

رومیو: ۔ پدر بزرگ و پاک! صبح کا سلام آپ کو پہنچے۔

پادری، خدا تمہیں بھی سلامت رکھے! یہ کون آتا ہے جو اتنا صبح سویرے مجھے محبت اور اخلاص سے سلام کرنے اپنے بستر سے اتنا جلدی اٹھ بیٹھا ہے؟۔ بڈھوں کی آنکھوں میں تو فکر ہر وقت سمایا رہتا ہے، جہاں فکر ہو وہاں نیند کہاں؟۔ اس طرح تمہارے جاگ اٹھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تکلیف تمہیں رات کو رہی ہے، اگر یہ نہیں ہے تو پھر میرا خیال صحیح ہے کہ آج شب کو رومیو بستر پر

لیتا ہی نہیں،

رومیو: بالکل درست فرمایا، مگر میں تو کل شب کو بڑی میٹھی نیند سویا تھا۔

پادری: ۔خدا گناہوں کو معاف کرے کیا روزالن کے پاس رات گزاری؟۔

رومیو: نہیں بابا روزالن کے پاس نہیں تھا، اس کا تو نام تک میں نے بھلا دیا ہے ،اور اگر نام یاد آ جاتا ہے تو افسوس ہوتا ہے۔

پادری: ۔واہ واہ، یہ تم نے بہت اچھا کیا دیکھو اب تم اچھے لڑکے ہو گئے ہو، پھر بتاؤ کہ کہاں رہے؟۔

رومیو: اس سوال کے دوبارہ پوچھنے کی ضرورت آپ کو نہ ہوگی، میں خود عرض کرتا ہوں کہ رات میں اپنے خاندانی دشمن کے گھر ضیافت میں شریک ہوا تھا، وہیں تھا کہ یکا یک کسی نے اس دل کو مجروح کیا یا یہ سمجھیے کہ میں نے خود اپنے دل کو زخمی کیا ۔اب دونوں کا علاج آپ کی مدد اور تدبیر پر ہے، جسے میں نے ابھی اپنا دشمن کہا اب مجھے اس سے عداوت نہیں جو درخواست میں نے آپ سے کی ہے، اگر وہ آپ نے منظور کی تو اس سے مجھے بھی وہی نفع پہنچے گا جو میرے دشمن کو پہنچے گا۔

پادری! برخوردار بات صاف کہو، اگر اس طرح چیستان بنا کر بات کرو گے تو پھر یہ مشکل کس طرح حل ہوگی اور اگر حل ہوئی بھی تو ایک دوسری چیستان پیدا ہو جائے گی۔

رومیو: تو پھر سنیے کہ امیر کپولٹ کی حسین بیٹی پر میرا دل آ گیا ہے، اور جیسا عشق اسے مجھ سے ہے، ویسا ہی عشق اسے مجھ سے ہو گیا ہے۔ دونوں دل مل کر ایک ہو گئے ہیں، اب ضرورت اس کی ہے کہ آپ ہم دونوں کا عقد کر کے ہمیں یک

جان وتن بنادیں، رہا یہ کہ کب اور کہاں؟۔اور کس طرح ہم دونوں کی ملاقات ہوئی، کس طرح ہم میں عشق والفت کی باتیں ہوئیں اور کیوں کر ہم نے شادی کرنے کا وعدہ کیا یہ سب باتیں میں آپ کو رستے میں بتاتا چلوں گا، لیکن غرض یہ ہے کہ آج ہی آپ ہمارا عقد کرنا منظور کرلیں۔

پادری:۔قسم ہے فرانسس ولی مقدس کی یہ کچھ عجیب کایا پلٹ ہوئی ہے کیا روز الن سے جسے تم اپنا ہی سمجھنے لگے تھے، بالکل ہی قطع تعلق ہوگیا، سچ ہے نوجوانوں کا عشق ان کے دلوں میں نہیں، بلکہ نظروں میں ہوا کرتا ہے۔جناب مسیح کی قسم جوان آدمی کل کی بات ہے کہ روز الن کے عشق میں تمہارے آنسو دونوں رخساروں پر بہا کرتے تھے، کیا اب وہ آنسو سب ہوا ہو گئے؟۔کیا اب ان آنسوؤں کا نمک روز الن کے عشق میں ذائقہ نہیں پیدا کرتا کیا اب وہ چاشنی بھلی نہیں معلوم ہوتی؟۔کیا اب اس کی چاہ میں کوئی لطف نہیں رہا، حدت آفتاب نے کبھی تمہاری آہوں کے غبار کو میری یاد سے دور نہیں کیا ہے؟۔اس وقت کی تمہاری آہ وفغان مجھ بڈھے کے کانوں میں ابھی تک گونج رہی ہے۔دیکھو اب تک تمہارے ان آنسوؤں کے نشان تمہارے رخساروں پر موجود ہیں۔حقیقت میں اگر کبھی تم تم تھے کوئی اور نہ تھا اور عشق میں جو رنج واضطراب تم سے ظاہر ہوتا ہے، وہ سچا رنج واضطراب تھا۔تو پھر تم اور تمہاری آہ وزاریاں روز الن کے لئے تھے، کسی اور کے لئے نہ تھے تو کیا اب تم بالکل بدل گئے اگر مرد میں ثبات اور استقلال نہ ہو تو پھر وہ عورت کے زوال کا باعث ہو جاتا ہے۔

رومیو: آپ مجھے روز الن سے عشق کرنے پر کیوں اتنی سخت ملامت کرتے

ہیں۔

پادری: نہیں اے عزیز! میں تمہارے عشق پر تمہیں برا نہیں کہتا، بلکہ تمہارے تلون اور بے ثباتی پر تمہیں ملامت کرتا ہوں۔

رومیو: تو پھر کیا حکم ہے کیا اس عشق سے دست بردار ہو کر اسے درگور کر دوں؟۔

پادری:۔ درگور کے معنی تو یہ ہوں گے کہ ایک کو قبر میں رکھا اور دوسری کو نکال کر اس سے عشق کرنے لگے۔

رومیو: خدا کے لئے مجھے برا بھلا نہ کہیے، جس سے مجھے اب عشق ہوا ہے۔ وہ عشق کے بدلے عشق اور محبت کے بدلے محبت رکھتی ہے، روز الن میں یہ بات کہاں تھی؟۔

پادری:۔ وہ جانتی تھی کہ تمہارا عشق ایک ایسا سبق ہے جو تم نے بے سوچے سمجھے رٹ لیا ہے، لیکن اے جوان عشق کے ہرجائی! آؤ میرے ساتھ چلو ایک خیال سے میں تمہاری شادی کرانے کو تیار ہوں، ممکن ہے کہ یہ شادی آئندہ مبارک ثابت ہو، یعنی تمہارے گھرانے میں جو عداوت مدت سے چلی آتی ہے۔ وہ محبت اور خلوص میں تبدیل ہو جائے۔

رومیو: بہت اچھا تو اب یہاں سے چلیے مجھے خود جلدی ہے۔

پادری:۔ نہیں دیر آید درست آید جو بے دیکھے بھالے دوڑتے ہیں، وہی ٹھوکر کھا کر گرتے ہیں۔

(چلے جاتے ہیں)

چوتھا منظر

(ایک گلی)

(بنوالیو اور مرکیٹو آتے ہیں)

مرکیٹو:۔ یہ چھلاوہ رومیو کدھر نکل گیا آج رات کو وہ گھر میں آیا تھا یا نہیں؟۔

بنوالیو:۔ ابھی ایک آدمی سے معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنے باپ کے گھر تو آیا نہیں۔

مرکیٹو:۔ وہی زرد صورت سنگ دل عورت روزالن اس کی جوانی کو غارت کر رہی ہے، کیا عجب بات ہے کہ رومیو اس عورت کے پیچھے بالکل ہی دیوانہ ہو جائے۔

بنوالیو:۔ سنتا ہوں کہ ٹائی بلٹ جو امیر کپولٹ کا ایک عزیز ہے۔ اس نے رومیو کے باپ کو ایک خط لکھا ہے۔

مرکیٹو:۔ واللہ لڑنے کے لئے لکھا ہوگا۔

بنوالیو:۔ رومیو نے ٹائی بلٹ سے تنہا لڑنا منظور کر لیا ہے۔

مرکیٹو:۔ ہاں جناب جسے لکھنا آتا ہو، وہی خط کا جواب بھی دے سکتا ہے۔

بنوالیو:۔ نہیں وہ خط کا جواب ہی نہیں دے گا، بلکہ وہ اپنی جان کو جواب بھی دے گا، اور کہے گا لڑنا ہے تو آؤ میں موجود ہوں۔

مرکیٹو:۔ اگر یہی بات ہے تو پھر رومیو کو مرا سمجھو، ایک مہوش کی سیاہ آنکھوں نے

تو اسے پہلے ہی زخمی کر رکھا ہے۔عشق کے نغموں نے تیروں کی طرح کانوں کے پار ہو کر تو اس کی جان پر بنا رکھی ہے، اور اندھی لڑکے کے روپ میں خدائے عشق نے اس کے دل کے ٹکڑے کر دیے ہیں، بھلا رومیو ٹائی بلٹ سے کیا مقابلہ کر سکتا ہے؟۔

بنوالیو:۔آخر یہ ٹائی بلٹ ہے کیا بلا؟۔

مرکیثو:۔وہ موذی اور شریر بلوں سے بڑھ کر اور ماہرین آداب محفل کے لشکر کا سالار اعظم ہے۔لڑائی دنگا فساد اس کے لئے ایسا ہی پر لطف ہے، جیسے نغمہ وسرور آپ کے لئے۔لڑائی میں وقت ،فاصلہ اور موقع کے پہچاننے میں بڑا استاد ہے، آپ ایک ،دو، تین بھی کہنے نہ پائیں گے کہ اس کا خنجر آپ کے سینے کے پار ہو جائے گا، پکا قصائی ہے۔دشمن سے اکیلا لڑنے میں کامل ہے۔صورت دیکھیے تو اعلیٰ سے اعلیٰ خاندان کا شریف معلوم ہو، لیکن جھگڑے اٹھانے چھیڑ نکالنے کے فن میں دوسرا کوئی اس کے برابر نہیں، کوئی فساد جھگڑا اٹھے، اس کا پہلا سبب اور دوسرا سبب گھڑ کر بتانے میں اسے ذرا دیر نہیں لگتی۔

بنوالیو:۔یہ آخیر جملہ آپ نے کیا کہا؟۔

جواب:۔ان قلابازوں، آوازیں بنا بنا کر باتیں کرنے اور عجیب وغریب انداز اختیار کرنے والوں کو تو خدا اگر طاعون بھیج کر غارت کر دے، تو بھلا ہو لیکن قسم ہے کہ تلوار کا بڑا دھنی ہے۔مگر اینچ کی بھی بہت لیتا ہے۔یار ذرا دیکھو تو ان ذلیل کیڑے مکوڑوں سے ہمیں کیسی کیسی اذیتیں پہنچتی ہیں۔یہ ٹائی بلٹ تو وہ باتونیا ہو جاتی ہے، کہ یہاں بھی ہے اور وہاں بھی، ہر جگہ اپنی بکواس یاوہ گوئی ساتھ لیے

پھرتا ہے۔ یہ تو ان میں ہے، جو بن بن کر بڑے ادب اور تعظیم کے ساتھ دوسروں سے پیش آتے ہیں اور بات بات پر کہتے ہیں، معاف کیجیے گا'' گستاخی معاف ہو، یہ نئے نئے قاعدوں اور طریقوں کے اس شدت سے پابند ہوتے ہیں کہ پرانے طریقوں سے کچھ واسطہ ہی نہیں رکھتے، جہاں میں نے ان کی زبان سے بہت خوب، بجا اور درست سنا تو تن بدن میں بس آگ ہی لگ جاتی ہے۔

(رومیو آتا ہے)

بنوالیو:۔ لیجیے وہ رومیو آتا ہے۔

مرکیثیو:۔ یوں فرمایئے کہ کل رومیو نہیں بلکہ اس کا ایک حصہ آرہا ہے۔ رومیو میں سے رومیو کو پیچھے چھوڑ آیا ہے۔ اور میو ''یعنی وائے من'' تشریف لا رہے ہیں۔ بھلے چنگے آدمی سے سوکھی ہوئی مچھلی بن گیا ہے۔ عشق کی اتنی راگنیاں الاپنی کہاں سے سیکھ گئے شاعر پٹرارک نے بھی اپنی معشوقہ لارا کی شان میں اتنے اشعار نہ کہنے ہوں گے۔ حالانکہ لارا پیارے رومیو کے مقابلے میں ایک باورچن معلوم ہوتی ہے۔ روزالن کی تعریف کے لئے تو عشق بھی اول درجے کا ہونا چاہیئے۔ روزالن کے مقابلے میں تو دایدہ ایک ڈھڈو کلا بطرہ ایک کنچن ہیلن اور ہر یو بالکل ذلیل عورتیں معلوم ہوتی ہیں۔ تھی میں ساری خوبیاں یہ تھیں کہ آنکھ کی پتلی سیاہ تھی، لیکن روزالن کے مقابلے میں ان میں سے کوئی بھی کچھ نہ تھی، سینور رومیو فرمایئے مزاج اچھا ہے، کل شب کو تو آپ نے ہم دونوں کو دھوکے میں رکھا۔

رومیو:۔ دونوں صاحبوں کو سلام۔ میں نے آپ کو دھوکے میں کیا رکھا؟۔

مرکیثیو:۔ بجا ہے جھوٹا سکہ تو اسے ہی کہتے ہیں کہ اوپر چاندی ہو اور اندر تانبا۔

رومیو، کام بڑا ضروری تھا، اور جو حالت میری آج کل ہو رہی ہے۔اس میں تھوڑی سی بداخلاقی قابل معافی ہے۔

مرکیٹو:۔مطلب یہ ہے کہ آپ کا کام وہ تھا کہ جس میں پشت جھکتے جھکتے دوتا ہو جاتی ہے۔

رومیو:۔آپ کی مراد تعظیم واخلاق سے ہوگی،

مرکیٹو:۔واللہ بڑی مہربانی فرمائی، واقعی خوب سمجھے۔۔۔۔

اس وقت جو باتیں ہم میں آپ میں ہو رہی ہیں کیا وہ عشق میں آئیں بھرنے سے بہتر نہیں ہیں؟۔اب آپ وہ ہو گئے ہیں جو حقیقت میں تھے،طبیعت اور فطرت دونوں اعتبار سے۔

بنوالیو:۔بس بس اب اس تقریر کو ختم کیجیے، آگے کچھ نہ کہیئے۔

مرکیٹو:۔کیا آپ کا مطلب ہے کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں اس سے آگے کچھ نہ کہوں؟۔

بنوالیو:۔ہاں آگے کچھ کہوگے تو قصہ طول پکڑے گا۔

مرکیٹو:۔نہیں آپ کو دھوکا ہوا ہے قصہ تو اور مختصر ہو جائے گا۔

رومیو:ادھر ملاحظہ کیجیے یہ کیا تماشا آتا ہے؟۔

(دایہ اور پیٹرس آتے ہیں)

مرکیٹو:۔بادبان، بادبان، سایہ کا پھیلاؤ اور گھیر تو ملاحظہ ہو۔

بنوالیو:۔جی ہاں ایک سایہ ہے اور ایک پتلون بھی (یعنی ایک عورت ہے اور ایک مرد بھی)

دایہ: پطرس

پطرس: ۔فرمایئے۔

دایہ: ۔ذرا میری پنکھیا مجھے دینا۔

مرکیشو: ۔ہاں پطرس پنکھیا ضرور دینا، تاکہ اپنا منہ چھپا لیں، پنکھیا کی صورت ان کی صورت سے بہتر ہے۔

دایہ: ۔شریفو صبح کا سلام قبول ہو۔

دایہ: ۔کیا یہ دن کے سلام کا وقت ہے؟۔

مرکیشو: ۔ہاں اس سے کم نہ سمجھیے گا۔

دایہ: ۔کیا آپ دونوں صاحبوں میں سے یہ بتا سکتے ہیں کہ نوجوان رومیو اس وقت کہاں ملیں گے؟۔

رومیو: ہاں میں بتا سکتا ہوں، لیکن جب سے آپ نے انہیں ڈھونڈنا شروع کیا ہے، اور جب تک وہ آپ کو ملیں گے اس میں تو اتنا عرصہ لگے گا کہ انسان جوان سے بڈھا ہو جائے، اگر کوئی اور خرابی نہ ہو تو فدوی کو ہی رومیو کہتے ہیں۔

دایہ: ۔بات اچھی کہی اگر آپ رومیو ہیں تو مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔

بنوالیو: ۔معلوم ہوتا ہے کہ کسی ضیافت کا بلاوا دینے کی تکلیف کی ہے، رومیو اب تو آپ اپنے والد کے مکان کو چلیں ہمیں وہیں کھانا کھانا ہے۔

رومیو: ۔اچھا آپ چلیں میں بھی پیچھے پیچھے آتا ہوں۔

مرکیشو: ۔اے بڑی بی، ضعیفہ محترمہ! بندہ آپ کو خدا حافظ کہتا ہے (مرکیشو گاتا ہے) بڑی بی۔بڑی بی۔

(مرکیثو:۔اور بنوالیو چلے جاتے ہیں)

دایہ:۔ہاں بھیا تمہیں بھی خدا کو سونپا (رومیو سے پوچھتی ہے میاں بتاؤ تو یہ شہدا گستاخ آدمی کون تھا، اس کی تو رگ رگ میں شرارت بھری ہے)

رومیو:۔نہیں دایہ وہ بڑا شریف آدمی ہے، مگر ان لوگوں میں ہے جو اپنی باتوں پر خود فدا رہتے ہیں، جتنی ایک منٹ میں باتیں کرتا ہے، اتنی ایک منٹ میں سنتا نہیں۔

دایہ:۔اگر اس نے پھر کہا تو میں اس کی اچھی طرح خبر لوں گی، چاہے وہ ہو، چاہے اس سے بیس گنا بکواسی شیطان ہوں، اور اگر بن پڑا تو انہیں بلا لوں گی، جو اس کی اچھی طرح درگت بنائیں۔شیطان بدمعاش میں ہنسی دل لگی والی عورت ہوں، اور نہ ان میں ہوں جو نکمی بیٹھی رہتی ہوں۔او میاں تم بھی بڑے ہی بزدل نکلے، وہ مجھے برا بھلا کہتا رہا اور تم کھڑے سنا کیے۔

رومیو:۔میں نے تمہیں برا بھلا کہتے کسی کو سنا نہیں اور اگر کوئی کچھ کہتا اور میں سنتا تو یہی خنجر اس کے سینے میں بھونک کر اس کا کام تمام کر دیتا۔میں نے تو جہاں بات چیت میں کسی کی زیادتی دیکھی وہیں تلوار سونت کر وار کر بیٹھتا ہوں، مگر اتنی شرط ضرور ہے کہ قانون اور انصاف میری طرف ہو۔

دایہ:۔خدا کی قسم میں اس وقت اتنی بے حال ہوں کہ سر سے پاؤں تک تھر تھر کانپ رہی ہوں، پاپی شیطان کہیں کا، اچھا میاں تم سے ایک بات کہنی ہے، میری بیگم نے حکم دیا ہے کہ آپ کو تلاش کر کے آپ سے ملاقات کروں، اور جو بات آپ سے کہنے کی ہے، اسے اپنے ہی تک رکھوں، پہلی بات جو پوچھنے کی ہے، وہ یہ ہے

کہ جیسی کہ کہاوت چلی آتی ہے کہ کہیں میری بیگم کو سبز باغ تو نہیں دکھا رہے ہو؟۔ اگر ایسا ہوا ہے تو بڑی بے جابات ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ شریف لڑکی بہت ہی کم سن ہے۔ اگر تم نے کوئی دھوکے کی بات اس کے ساتھ کی تو شریفوں کے ساتھ ایسا کرنا بڑی معیوب بات ہوگی۔ اور وہ بالکل دغا اور فریب سمجھا جائے گا۔

رومیو:۔ اپنی بیگم سے میرا بہت بہت سلام کہنا اور میری نسبت کوئی کلمہ خیر بھی ضرور کہنا۔

دایہ:۔ دل کے بڑے اچھے نکلے قسم ہے، اتنی بات تو میں بیگم سے ضرور کہوں گی ۔قسم سے وہ تمہاری بڑی ہی اچھی بیوی بنے گی۔

رومیو:۔ دایہ تم ان سے کیا کہو گی، تم میرا مطلب بھی سمجھ گئی ہو؟۔

دایہ: سنو صاحب میں اپنی بیگم سے کہوں گی کہ شریف زادیوں سے جو پیغام سلام دینے کا دستور ہے۔ اسی طرح تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو۔ یہی تمہارا مطلب ہے نا؟۔

رومیو:۔ اور اس سے یہ بھی کہنا کہ کسی ترکیب سے ایسی صورت پیدا کریں کہ آج ہی تیسرے پہر تک ہو جائے، اور وہ پادری لارنس کے حجرے میں چلی آئیں، وہیں عقد بھی ہو جائے۔ دایہ آپ نے بڑی تکلیف اٹھائی۔ لیجیے یہ اپنے پاس رکھیے۔

دایہ نہیں میاں میں تم سے ایک حبہ بھی نہیں لوں گی۔

رومیو:۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ نہیں، یہ آپ کو لینا ہوگا۔

دایہ:۔ اچھا تو آج تیسرے پہر کہتے ہو نا تو میری بیگم پادری کے مکان پر اس

وقت آ جائیں گی۔

رومیو: دایہ ذرا ٹھہرو،تم بھی اس وقت گرجے کے پچھواڑے موجود رہنا،اور ابھی میں اپنا آدمی بھیجوں گا۔اس کے پاس رسیوں کی ایک سیڑھی ہوگی جووہ تمہیں دے گا۔اس کے سہارے میں مسرت وشادمانی کے اونچے سے اونچے ستون پر چڑھ جاؤں گا۔اچھاخدا حافظ! دیکھو بات کی پکی رہنا،اس تکلیف کا میں تمہیں اور بھی معاوضہ دوں گا،اپنی بیگم سے میرا بہت بہت سلام کہنا،اورسفارش بھی ان سے کرنا۔

دایہ:تم سلامت رہومگر سنتے ہومیاں۔

رومیو:۔دایہ کیا کہتی ہو؟۔

دایہ:۔جس آدمی کومیرے پاس بھیجنے کا کہتے ہو،وہ پیٹ کاہلکا تو نہیں ہے، کہ بات دوسرے سے کہہ دے،تم نے وہ مثل تو سنی ہوگی، کہ اگر تین مل کرکوئی بات سوچیں،اورایک ان میں سے کم ہو جائے تو پھر بات پھوٹتی نہیں۔

رومیو:یقین مانو دایہ!میرا آدمی تو بات کاایساپکا ہے جیسے فولاد۔

دایہ: سنتے ہومیاں، یہ میری بیگم تو بڑی ہی پیاری بیگم ہے،چھوٹی سی تھی، جب سے بڑی پیاری باتیں کیا کرتی تھی،شہر میں ایک بڑا رئیس ہے ،نام ہے اس کا پارس۔وہ بیگم سے بیاہ کرنے پر لوٹ تھا۔مگر یہ ننھی سی جان مرے مینڈک کودیکھ کر نہ ڈرے،مگراس کی صورت دیکھتے ہی سہم جاتی تھی،جب کبھی میں کہتی ہوں کہ پارس تو بڑا خوب صورت جوان ہےتو ، مجھ سے خفا ہو جاتی ہے،یقین جانو جہاں میں نے اس کا نام لیا،توچہرہ اس کا زرد پڑ جاتا ہے۔اچھامیاں بتاؤ تو روزمیری کا

پھول اور تمہارا نام لکھنے میں تو ایک ہی حرف سے شروع ہوتا ہے نا، بھلا اس حرف کا کیا نام ہے؟۔

رومیو: اسے ''رے'' کہتے ہیں۔

دایہ: ارے قسمت یہ تو حرف وہی ہوا نا، جسے پرانے لوگ کتے والا حرف کہا کرتے تھے، رے کا حرف تو۔۔۔۔نہیں میں سمجھتی ہوں کہ کسی اور حرف سے نام شروع ہوتا ہے۔میری بیگم تو اس حرف کو جس سے روزمیری کا نام شروع ہوتا ہے،،،، بہت ہی مبارک سمجھتی ہیں۔یہ بات سن کر تمہیں بھی خوش ہونا چاہیئے۔

رومیو:۔دایہ اپنی بیگم سے میرا بہت بہت سلام کہنا اور میری سفارش بھی کرنا۔

دایہ!میاں ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ۔

(رومیو چلا جاتا ہے)

پطرس، پطرس!!

پطرس ،فرمایئے کیا حکم ہے؟۔

دایہ: ذرا میری پنکھیا لے کر میرے ساتھ چلو اور مجھ سے پہلے گھر پہنچ جاؤ۔

(دایہ چلی جاتی ہے)

پانچواں منظر

(امیر کپولٹ کا باغ)

(جولیٹ آتی ہے)

جولیٹ: ۔ گھنٹے میں ٹھیک نو بجے تھے، کہ دایہ کو یہاں سے بھیجا تھا،تو کہہ گئی تھی کہ آدھے گھنٹے میں واپس آجاؤنگی۔ممکن ہے رومیو اسے ملا نہ ہو،مگر یہ ہونہیں سکتا۔مشکل تو یہ ہے کہ چلنے میں لنگڑاتی بہت ہے۔عاشقوں کے نامہ برتو سرعت خیال کی طرح سورج کی کرن سے بھی دس گنا زیادہ تیز پا ہوتے ہیں۔اور کرن جوں جوں آگے بڑھتی ہے،کالے کالے پہاڑوں سے تاریکی دور ہوتی چلی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ معبودہ عشق کی قمریاں جو اسے بہت ہی پیاری ہیں،کیوپڈ سے بھی زیادہ تیز اڑتی ہیں۔اب تو شعاع آفتاب اپنے سفر میں سامنے والی اونچی پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گئی ہے۔ 9 سے بارہ بجے تک تو پورے تین گھنٹے ہو گئے،مگر دایہ ابھی تک نہ پھری۔اگروہ بھی جوان ہوتی،اور کسی کا اتنا ہی عشق دل میں رکھتی تو رفتار میں تیر سے بھی زیادہ تیز ہوتی۔میں نے جو کچھ کہا ہے۔وہ میرے عاشق کو سنائے گی۔اور جو کچھ عاشق کہے گاوہ مجھے آکر بتائے گی،لوخدا کا شکر ہےوہ آ گئی۔

(دایہ پطرس آتے ہیں)

جولیٹ: ۔اچھی میری دایہ کیا خبر لائیں کہو ملاقات ہوئی تھی؟۔اس آدمی کو تو

یہاں سے دور کرو۔

دایہ: پطرس تم کچھ دیر کو یہاں سے چلے جاؤ۔

(پطرس چلا جاتا ہے)

جولیٹ: ۔اچھی میری پیاری دایہ، ارے خدایا تم نے کیسی بری صورت بنا رکھی ہے، خبر جو کچھ لائی ہو، وہ کتنی ہی رنجیدہ ہو خوش ہو کر سنا دو، اگر خبر اچھی ہے تو خوش خبری کو صدائے جان افزا کہو، خشک منہ بنا کر شرمندہ نہ کرو۔

دایہ: ۔بیٹی میں تھک گئی ہوں ذرا دم تو لینے دو، مگر میری ہڈی پھوڑا پھوڑا ہو رہی ہے، ہائے جی کیسا نڈھال ہے۔

جولیٹ: ۔دایہ کاش تمہاری ہڈیاں میری ہڈیوں جیسی ہوتیں، اچھا بس اب تو دم لے لیا۔خبر سناؤ۔

دایہ: ۔قسم ہے تم بھی کتنی جلدی کرتی ہو، کیا تھوڑی دیر کو بھی صبر نہیں کیا جاتا؟۔ دیکھتی نہیں ہو میرا دم کیسے چڑھا ہوا ہے۔پیٹ میں سانس تو سماتا نہیں۔

جولیٹ: ۔اگر دم اتنا ہی پھولا ہوا ہے تو یہ کیوں کر زبان سے نکلا کہ پیٹ میں سانس نہیں سماتا۔جواب لائی ہو تو وہ کہنے میں اتنا بھی نہیں ہوگا کہ دم پھول رہا ہے۔دیر کیوں لگاتی ہو؟۔جواب کیوں نہیں بتاتی، جو کچھ بھی ہوگا، سن کر صبر کرونگی ۔اتنا تو اطمینان کر دو کہ خبر اچھی لائی ہو یا بری۔

دایہ: ۔سنو بیٹی، جسے تم نے پسند کیا ہے۔اس میں سراسر حماقت ہے، تمہیں شوہر تلاش کرنا نہیں آتا۔رومیو نہیں، اس میں کچھ نہیں، چاہے صورت شکل کا کیسا ہی اچھا ہو پھر بھی ناچنے میں اسے کوئی نہیں پہنچتا۔رہ گئے ہاتھ پاؤں یا دھڑ تو اس کا تو

پوچھنا ہی کیا؟۔لیکن اس میں شک نہیں کہ دوسرا کوئی اس کی ٹکر کا نہیں۔مروت بات چیت میں بس پھول سمجھو۔اور یقین مانو غریب تو ایسا ہے جیسے بھیڑ کا بچہ ہو۔ بس جاؤ بیٹی خدا کو یاد کرو، کھانا تو کھا چکی ہونا؟۔

جولیٹ:۔نہیں ابھی نہیں، لیکن دایہ تم نے جو کچھ ابھی تک کہا ہے۔وہ تو مجھے سب معلوم تھا۔مجھے تو یہ پوچھنا ہے کہ شادی کے بارے میں اس نے کیا کہا؟۔ ساری بات پوچھنے کی تو یہی تھی، اس کا بھی کچھ جواب ملا یا نہیں؟۔

دایہ:۔ارے کوئی بتائے تو مارے درد کے سر پھٹا جاتا ہے۔ہائے یہ سر بھی کیسی مصیبت ہوگئی، اتنی چپکیں اٹھ رہی ہیں۔کہ سر کے ٹکڑے اڑتے معلوم ہوتے ہیں، اور میری پیٹھ، ہائے میری پیٹھ، خدا سب کے گناہ معاف کرے، بیٹی اب تم مجھے باہر کبھی نہ بھیجنا۔بس بیگم معاف کرو، سارے میں ٹامک ٹوئیے مارنے میں تو ایک دن یہ جان ہی جاتی رہے گی۔

جولیٹ:۔افسوس میرا بڑا جی کڑھتا ہے، مجھے خبر تھی کہ تمہاری اتنی بری حالت ہو جائے گی۔لیکن دایہ پیاری یہ تو بتا دو کہ میرے محبوب رومیو نے کیا جواب دیا؟۔

آپ کے محبوب رومیو نے ایک بڑے معقول شریف زادے کی طرح بات کی، اور بڑے خلق اور مہربانی سے پیش آیا۔اور بڑی نرمی اور مروت سے بات چیت کی، یقین جانو وہ بڑا ہی شکیل اور نیک بخت جوان ہے۔تمہاری اماں جان کہاں ہیں؟۔

جولیٹ:۔میری اماں جان کہاں ہیں، ہوں گی، اندر ہی ہوں گی۔دایہ تم بھی

کیسا عجیب جواب دیتی ہو۔ جو کچھ تم نے اب تک بتایا وہ یہ ہے کہ تمہارے عاشق نے بات کی، وہ شریف اور شکیل ہے۔ تمہاری اماں جان کہاں ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں بتایا۔

دایہ: ۔ ارے میرے خدایا: ۔ پیاری بیگم اتنی خفا کیوں ہوتی ہو؟ ۔ ادھر آؤ یہ نگدی یا لیپ جو کچھ بھی ہے، کیا میری ہڈیوں پر لگایا جائے گا۔ بیوی اب سے جو پیغام سلام کرنا خود سے ہی کرنا، مجھے بیچ میں نہ ڈالنا۔

جولیٹ: ۔ بات میں عجیب الجھن پڑتی جاتی ہے، کچھ بتاؤ گی بھی کہ رومیو نے کیا کہا؟ ۔

دایہ: ۔ تم نے شادی کی اجازت بھی لے لی ہے؟ ۔

جولیٹ: ۔ ہاں یہی سمجھو کہ اجازت لے لی ہے۔

دایہ: ۔ تو پھر پادری لارنس کے گھر ابھی چلی جاؤ، اور وہاں ایک دولہا تمہارے لئے بالکل تیار موجود ہے۔ کیوں اتنی بات سنتے ہی چہرہ بشاش ہو گیا۔ اور اتنا سن کر تو اور نہال ہو جاؤ گی کہ اس کے فوراً بعد گرجا میں شادی کے لئے جانا ہو گا۔ اور مجھے ایک اور کام بھی ہے کہ رسیوں کی ایک سیڑھی لانی ہے۔ جس سے آپ کے یہ عاشق جھٹ پٹا ہوتے ہی کسی پیڑ پر چڑیا کا گھونسلا اتارنے چڑھیں گے۔ مجھے دکھ پہنچتے ہیں تو تم خوش ہوتی ہو۔ اچھا بس اب جاؤ۔ میں بھی کھانا کھانے جاتی ہوں۔ تم پادری لارنس کے حجرے کی طرف سدھارو۔

(چلی جاتی ہے)

چھٹا منظر

(پادری لارنس کا حجرہ)

(پادری اور رومیو آتے ہیں)

پادری: خدا یہ شادی مبارک کرے اور اس کے بعد کوئی رنج یا تکلیف قسمت میں نہ اترے!۔

رومیو! آمین آمین،! دکھ درد جو کچھ قسمت میں اترے، مگر وہ اس خوشی اور لذت کا پاسنگ بھی نہ ہو گا، جو ایک آن واحد کے لئے جولیٹ کے دیدار میں نصیب ہو گی۔ کیا آپ آج پاک اور متبرک الفاظ پڑھ کر ہم دونوں کا عقد کر دیں گے،تو پھر موت جو عاشقوں کو زندہ کھا جاتی ہے۔ جب چاہے آئے بس اتنا ہی کافی ہے۔ کہ جولیٹ میری ہو جائے، میں اسے اپنا کہہ سکوں۔

پادری:۔ ان انتہا درجہ کی مسرتوں کا انجام انتہا درجہ کے رنج وغم میں ہوا کرتا ہے۔ اور عین غلبہ انبساط میں وہ اس طرح اڑ کر غارت ہو جاتی ہیں، جیسے بارود میں آگ لگا دی۔ میٹھے سے میٹھا شہد بھی اپنی شیرینی کی وجہ سے دوبھر ہو جاتا ہے۔ اور اشتہا مر جاتی ہے۔ پس عشق کرو مگر اعتدال کے ساتھ۔ اور یہی معتدل عشق دیرپا ہوتا ہے۔ جس میں عجلت ہو گی، تو پھر اس کی وہی حقیقت ہو گی کہ جتنی جلدی کام کرو گے اتنا ہی بگڑے گا۔

(جولیٹ آتی ہے)

لو وہ جولیٹ بھی آ گئی۔ سبک پائی کا یہ عالم ہے کہ پاؤں پڑنے پر پھولوں کی پنکھڑیاں بھی پامال نہیں ہوتیں۔ عاشق اگر تار عنکبوت پر سوار ہو کر اڑے گا۔ تب بھی وہ اپنے بوجھ سے نہ گرے گا۔ دنیا کا کبر و پندار بڑی ہلکی چیزیں ہیں۔ عشاق جس مسرت و انبساط کو محسوس کرتے ہیں، اس کی اصلیت کچھ نہیں ہوتی۔

جولیٹ:۔ اس اپنے نیک نفس اور ایک باطن پیر و مرشد کو سلام عرض کرتی ہوں،

پادری:۔ بیٹی تمہارے اس سلام کا شکریہ! ہم دونوں کی طرف سے رومیو ادا کرے گا۔

جولیٹ:۔ میں تو اس کی بھی شکر گزار ہوں، خود رومیو کو شکریہ ادا کرنا تو ایک زیادتی ہوگی۔

رومیو: آؤ جولیٹ:۔ اگر تیرے نشاط و انبساط کا پیانہ میری طرح لبریز ہے، تو پھر تیرا یہ کام ہے کہ انہیں اپنے اصلی رنگ میں بیان کرے، اور اپنی لحن جان پرور سے فضا میں انبساط پیدا کر کے اس مسرت کو ظاہر کرے جو اس وقت کی ملاقات میں ہم دونوں کو نصیب ہے۔

جولیٹ:۔ تخیل جب کہ وہ الفاظ سے زیادہ اپنی اصلیت میں وزن رکھتا ہو، اس وقت وہ اصلیت کی بہ نسبت اپنے ظاہری حسن کی تعریف کرتا ہے۔ وہ عشق جس کا اندازہ ہو سکے کفران عشق ہے۔ میرا عشق تو اتنا زیادہ ہے کہ اس کا اندازا غیر ممکن ہے۔

پادری:۔ اچھا آداب دونوں میرے ساتھ چلو، میں اس قصہ ہی کو ختم کیے دیتا ہوں، کیونکہ اب آپ کو ایک دوسرے سے علیحدگی اس وقت تک گوارا نہیں ہو سکتی، جب تک کلیسا آپ دونوں کو ملا کر ایک نہ کر دے۔

(سب چلے جاتے ہیں)

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

جزو ثالث

(پہلا منظر)

(مرکیٹیو، بنوالیوایک غلام اور چند ملاز مین آتے ہیں)

بنوالیو: ۔اچھے مرکیٹیومیرا کہنا یہ ہے کہ جس طرح بن پڑے، یہاں سے نکل چلو، گرمی سخت ہے ۔اور کیپولٹ کے آدمی گھروں سے باہر نکل کر چکر لگا رہے ہیں، اگر ان سے مڈبھیڑ ہوگئی تو بغیر دنگے فساد کے بچ کر نکلنا دشوار ہوگا۔گرمی بھی ان دنوں اس بلا کی پڑی ہے کہ وحشت و دیوانگی کا ایک ہیجان خون میں پیدا ہوگیا ہے۔

مرکیٹیو: ۔واہ واہ آپ بھی ان لوگوں میں سے ہیں کہ جہاں شراب خانے میں قدم رکھا،تلوار تو چھن سے میز پر میرے سامنے رکھ دی،اور کہنے لگے خدا نہ کرے مجھے تمہاری ضرورت پڑے، لیکن جب دوسرے پیالے کا نشہ چڑھا تو جس نے شراب پلائی تھی ۔اسی پر ہاتھ صاف کرنے لگے،حالانکہ یہ بالکل غیر ضروری بات تھی۔

بنوالیو: ۔تم غصے میں ایسے بھوت بن جاتے ہو، کہ سارے ملک میں ڈھونڈے سے نہ ملے ۔ذراسی بات پر غصہ آجاتا ہے،اور ذراسی بات پر غصہ کے لئے ہر وقت طبیعت آمادہ رہتی ہے۔

بنوالیو: ۔یہ کن کی نسبت آپ ایسا کہہ رہے ہیں؟۔

مرکیٹیو: ۔اگر وہ آدمی بھی آپ جیسے نظر آئیں تو آناً فاناً میں دونوں نظروں سے

غائب ہو جائیں۔وہ دونوں ایک دوسرے کو مار کر کچھ بھی باقی نہ رکھیں۔رہا آپ کا لڑکا پن تو آپ تو اتنی بات پر بھی لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں کہ دوسرے کی داڑھی آپ کی داڑھی سے ایک بال کم یا زیادہ کیوں ہے۔اگر کوئی بیٹھا بادام پھوڑتا ہو تو اس سے آپ محض اتنی سی بات پر ہاتھا پائی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں کہ اس کی آنکھ کی پتلی بادامی رنگ کی کیوں ہے؟۔تمہارے سر میں تو دنگا فساد اس طرح بھرا رہتا ہے، جیسے انڈے میں سپیدی، زردی ہو۔لڑائی کے لئے تمہارا دماغ اس طرح چکر میں رہتا ہے، جیسے کوئی سپیدی، زردی پھینٹے اور اتنی پھینٹے کی انڈے سے بچہ نکلنا ممکن نہ رہے۔تم تو اتنی سی بات پر لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہو کہ وہ کھانسا کیوں تھا؟۔کیونکہ اس کے کھانسنے سے تمہارا کتا جو دھوپ میں پڑا سو رہا تھا۔جاگ اٹھا تھا۔کیا ایک درزی سے آپ اس بات پر جھگڑا کرنا بھول گئے کہ اس نے ایسٹر کے تہوار سے پہلے نئی صدری کیوں پہنی تھی؟۔ایک اور آدمی سے آپ کا جوتا اس بات پر چلا تھا کہ اس نے پرانے جوتے میں نئے فیتے کیوں ڈالے؟۔اس حال پہ بھی آپ مجھے جھگڑا کرنے پر نصیحتیں کرتے ہیں۔

بنوالیو:۔اگر میں آپ کی طرح ہر وقت لڑنے پر تیار رہا کرتا، تو اپنی جان دوسرے کے قبضے میں کیے ہوئے اب تک کم سے کم سوا گھنٹہ گزر گیا ہوتا۔

مرکیشو:۔ارے میاں! یہ غصہ دور بھی کرو، تم تو نرے گاؤدی ہو۔

بنوالیو:۔سر عزیز کی قسم لو دیکھو وہ کپولٹ والے آن دھمکے۔

مرکیشو:۔ہماری پیزار سے آئے تو ہمیں کس کی پرواہ ہے؟۔

(ٹائی بلٹ اور اس کے ساتھی آتے ہیں)

ٹائی بلٹ:۔ دوستو! تم دونوں میرے نزدیک ہی رہنا، دیکھو میں ان دونوں سے کچھ بات کرتا ہوں۔شریفو دن کا سلام قبول ہو!

آپ سے مجھے کچھ کہنا ہے۔ایک بات سنیئے ۔

مرکیثو:۔ کیا ایک ہی بات کہنی تھی اور وہ بھی ہم دونوں میں سے کسی ایک سے؟ ۔بہتر ہوتا کہ بات کے ساتھ کچھ اور بھی ہوتا، آؤ نا بات کے ساتھ کچھ اور بھی ہو جائے ۔

ٹائی بلٹ:۔ہاں اگر آپ نے موقع دیا تو ہم سے بعید نہ سمجھیے گا۔

مرکیثو:۔ کیا موقع دیے بغیر آپ کوئی موقع پیدا نہ کریں گے؟ ۔

ٹائی بلٹ:۔سنا ہے کہ آپ نے رومیو کو اپنی سنگت کا کر لیا ہے؟۔

مرکیثوتو کیا آپ نے ہمیں گویا یا سرنگیا سمجھا ہے؟ ۔اگر ایسا ہے تو پھر آپ کو بری سی بری باتیں سننی پڑیں گی۔ لیجیے میری سرنگی کا تو یہ کمانچہ (تلوار کی طرف اشارہ کر کے) حاضر ہے۔دیکھیے یہ آپ کو کیسا ناچ نچاتا ہے۔خیال کرنے کی بات ہے کہ یہ رومیو کو ہماری سنگت کا آدمی کہتا ہے۔

بنوالیو:۔ یہ باتیں شارع عام پر کرنی زیبا نہیں، کہیں تنہائی کی جگہ چلیے ، وہاں یا ٹھنڈے دل سے اپنی اپنی شکایتوں کا تصفیہ ہو یا پھر اپنی اپنی راہ لیجیے ۔یہاں تو سب کی آنکھیں ادھر ہی لگی ہیں۔

مرکیثو:۔آنکھوں کا کیا ہے وہ تو دیکھنے کے لئے ہوا ہی کرتی ہیں، کسی کی خوشی نا خوشی کی ہمیں کب پرواہ ہے۔میں اپنی بات سے ٹلنے والا آدمی نہیں ۔

(رومیو آتا ہے)

ٹائی بلٹ اچھا:۔ مرکیثو اب مجھے آپ سے کچھ مطلب نہیں، جس آدمی سے مطلب تھا وہ آگیا۔

مرکیثو:۔ مگر وہ آدمی آپ کے گھرانے کا نہیں، آدمی سے مطلب آپ کا نوکر سے ہے نا۔ قسمیہ کہتا ہوں کہ اگر آپ سے لڑنے کی کوئی جگہ بتا دی تو وہ آپ کے پیچھے ہولے گا۔ اور اس اعتبار سے آپ اسے اپنا آدمی یا نوکر کہہ سکتے ہیں۔

ٹائی بلٹ:۔ رومیو مجھے تم سے اتنی نفرت و خصومت ہے، کہ اس سے بہتر کوئی جملہ تمہاری نسبت نہیں کہہ سکتا کہ تم پکے حرامی ہو۔

رومیو:۔ آپ کا لحاظ کرنے کی ایک خاص وجہ ہے۔ اس لئے آپ کے اس بیہودہ جملے پر جو غصہ آنا چاہیئے تھا اس میں کمی ہو جاتی ہے۔ میں حرامی نہیں ہوں، اچھا بس رخصت، میری موجودہ حالت میں آپ مجھ سے واقف نہیں ہیں۔

ٹائی بلٹ:۔ صاحب زادے یہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں، اس سے وہ ہتک اور توہین رفع نہیں ہوتی جو آپ میری کر چکے ہیں۔ اس لیے آیئے تلوار کے دو دو ہاتھ ہو جائیں، بس تلوار کھینچیے۔

رومیو:۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے کبھی آپ کو نقصان نہیں پہنچایا، مجھے آپ کا بہت لحاظ ہے۔ اور اس کی وجہ آپ اس وقت نہیں جان سکتے، جب تک آپ کو وہ معلوم نہ ہو، آپ خاندان کپولٹ کے ایک رکن ہیں، اب تو مجھے کپولٹ کے نام کا بھی اتنا ہی ادب اور لحاظ ہے، جتنا کہ اپنے نام کا، بس اب آپ غصہ دور کریں۔

مرکیثو:۔ رومیو لعنت ہے تمہاری اس نرمی اور سلامت روی پر، اس میں تو بے عزتی اور بے غیرتی انتہا درجہ پر مغلوب ہو جاتی ہے۔ اب تو تلوار ہی سے جو فیصلہ

ہونا ہے ہوگا، ٹائی بلٹ گندی غلیظ بلیوں کے گرو تو چوہوں کو پکڑنے والا بڑا ذلیل آدمی ہے۔ٹانگوں میں دم سمیٹ کر بھاگتا کیوں نہیں؟۔

ٹائی بلٹ:۔تم میرا کیا کرلوگے؟۔

مرکیٹو:۔ارے بلیوں کے سردار! سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تیری نو جانوں میں سے ایک جان لے لوں گا، پھر جیسا موقع ملا، باقی آٹھ کو بھی کچل کر ملیا میٹ کردوں گا۔تم قبضہ پکڑ کر چمڑے کے نیام سے اپنی تلوار کیوں نہیں نکالتے؟۔کہیں ایسا نہ ہو کہ ادھر تمہاری تلوار نکلے ادھر میں تمہاری روح قبض کرلوں۔

ٹائی بلٹ:۔پھر آؤنا میں تم سے لڑنے کو تیار ہوں۔

رومیو:۔شریف مرکیٹو تلوار نیام میں کرلو۔

مرکیٹو:۔آئیے جناب! دو دو ہاتھ ہو جائیں۔

(دونوں لڑتے ہیں)

رومیو:۔بنوالیو! تم اپنی تلوار کا ایسا ہاتھ لگاؤ کہ ان دونوں کی تلواریں ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر جاگریں، شریفو شرم نہیں آتی، اس جھگڑے کو دور کرو، ٹائی بلٹ ہمرکیٹو کیا کرتے ہو؟۔بادشاہ وقت کا خاص طور پر حکم ہے کہ شہر کے گلی کوچوں میں کوئی لڑے نہیں۔ٹائی بلٹ جانے دو، مرکیٹو جانے دو۔

رومیو:۔دونوں کو چھڑانے بیچ میں آجاتا ہے، مگر ٹائی بلٹ رومیو کے بازو کے بیچ میں خالی جگہ پاکر مرکیٹو کے سینے میں اپنی تلوار کی نوک بھونک دیتا ہے۔اور پھر مع اپنے ساتھیو کے بھاگ جاتا ہے۔

مرکیٹو:۔دشمن کی تلوار نے مجھے زخمی کیا ہے۔خدا غارت کرے ان دونوں

گھرانوں کو، میرا تو کام ہی تمام ہو گیا، کیا وہ بھاگ گیا؟۔ اس کے چوٹ نہیں آئی؟۔

بنوالیو: ۔کیا زخم زیادہ آیا؟۔

مرکیٹو: ۔ہاں کچھ خراش سی محسوس ہوتی ہے، مگر خراش کیا اسے موت کے لئے کافی سمجھو، میرا غلام کہاں ہے؟ ۔ذرا اسے کہو کسی جراح کو بلالائے۔

(غلام جاتا ہے)

رومیو: ۔ہمت نہ ہارو زخم زیادہ گہرا نہیں ہوسکتا۔

مرکیٹو: ۔ہاں زخم اتنا گہرا نہیں ہے، جیسے کوئی کنواں اور نہ زخم اتنا چوڑا ہے جیسے گرجا کا دروازہ، مگر جان لینے کو کافی ہے۔اور وہ اپنا کام کر چکا ہے، کل میرا حال پوچھو گے تو معلوم ہوگا کہ مرکیٹو قبر میں پہنچ گیا۔ مجھے سارا چھلنی کر دیا ہے، میں اب جینے کا مطلب نہیں رہا۔خدا ان دونوں کو طاعون بھیج کر غارت کرے غضب ہے کہ ایک کتا ایک چوہا کسی کو نوچے اور اس کو موت آجائے۔ایک پاجی، حرامی، بد معاش کے ہاتھوں جو لڑنے میں مشاق تھا، میرا مرنا لکھا تھا۔تم بیچ میں کیسے آگئے تھے۔اس نے تمہارے دونوں بازوں کے بیچ سے موقع پا کر مجھے کاری زخم پہنچایا۔

رومیو: میں تو بہتری کے خیال سے بیچ میں آ گیا تھا۔

مرکیٹو: ۔ بنوالیو! مجھے کسی مکان میں لے چلو، ورنہ مجھے اب غش آنے کو ہے۔خدا اویرونہ کے ان دونوں خان دانوں کو غارت کرے، مجھے تو انہوں نے کیڑوں کا کھاجا بنادیا۔

(مرکیٹو اور بنوالیو چلے جاتے ہیں)

رومیو: یہ شریف مرکیشیو بادشاہ ویرونہ کا قریب کا عزیز تھا، اور میرا بڑا دوست تھا، میری وجہ سے وہ زخمی ہوا۔ٹائی بلٹ کی اس حرکت سے میری بدنامی ہی ہو گی۔ جولیٹ سے رشتہ ہوئے ابھی ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوا، پیاری جولیٹ تیرے حسن نے تو مجھے عورتوں کی طرح بزدل بنادیا، اور میری طبیعت میں ہمت وجوانمردی کے فولاد کو موم کر دیا۔

(بنوالیو دوبارہ آتا ہے)

بنوالیو: رومیو، رومیو! مرکیشیو گزر گیا، وہ بہادر روح جو دنیا سے قبل از وقت نفرت کرنے لگی تھی، اڑکر بادلوں سے بھی زیادہ بلند ہوگئی۔آج کی بدقسمتی آئندہ کی خبر دیتی ہے، یہ تو مصیبتوں کی ابتدا ہے؟۔آئندہ خدا جانے اور کیا کیا آفات نازل ہوں گی۔دیکھیے وہ غضب آلود ٹائی بلٹ پھر ادھر آرہا ہے،

رومیو: خود جیتا جاگتا اپنی کامیابی پر خوش ہے،

مرکیشیو، غریب تو اپنی جان سے گیا، بس رعایت اور مروت دل سے دور ہو اور اے نگاہ قہر آلود اب تو میرا ساتھ دے۔

(ٹائی بلٹ پھر آتا ہے)

ٹائی بلٹ:۔ جو بدزبانی تم سے میرے ساتھی نے کی تھی، اس کا جواب سنو، کیونکہ مرکیشیو ابھی مرا ہے، اس کی روح ہمارے سروں سے زیادہ اونچی نہیں اٹھی، وہ انتظار میں ہے کہ دونوں کا ساتھ ہو جائے، اور اب تمہاری یا میری یا دونوں کی روحیں مرکیشیو کے ساتھ ساتھ آسمان پر پہنچیں گی۔

ٹائی بلٹ: ارے بدنصیب چھوکرے، تو اس کا بہت ساتھ دیا کرتا تھا۔اب

میں پھر تیرا ساتھ کرائے دیتا ہوں۔

رومیو :تلوار کھینچ کر کہتا ہے،ہاں اس کا فیصلہ ابھی ہوا جاتا ہے۔

(دونوں لڑتے ہیں ٹائی بلٹ مارا جاتا ہے)

بنوالیو: رومیو بھاگ بھاگ! کسی طرح یہاں سے نکل جا۔شہر والے ہشیار ہو گئے ہیں،اور ٹائی بلٹ مارا گیا ہے۔حیرت سے اس طرح بت بنا کھڑا نہ رہ۔بادشاہ ویرونہ کہیں تیرے قتل کا حکم نہ سنا دے۔اگر گرفتار ہو گیا تو پھر موت کے سوا کچھ نہیں،جس طرح ہو یہاں سے بھاگ جا۔

رومیو:۔مجھے تو میری تقدیر نے بیوقوف بنایا ہے۔

بنوالیو: کھڑا کیوں ہے بھاگتا کیوں نہیں؟۔

(رومیو چلا جاتا ہے)

(شہر والے موقع واردات پر آتے ہیں)

پہلا شہر والا، وہ کدھر گیا جس نے مرکیٹو کو جان سے مارا ہے،اس کا قاتل ٹائی بلٹ ہے،وہ کس راستے سے گیا ہے؟۔

بنوالیو:۔ٹائی بلٹ تو یہ پڑا ہے۔

پہلا شہر والا:۔اچھا جناب آپ میرے ساتھ چلیے ،بادشاہ کا حکم سن لیجے۔اس کی تعمیل ضروری ہے۔

(بادشاہ ویرونہ مع اپنے وزیر اور امیر مونٹیگ اور امیر کپولٹ اور ان کی بیگمات کے آتا ہے)

بادشاہ جس مردود نے فساد کی ابتداء کی وہ کہاں ہے؟۔

بنوالیو، خدا بادشاہ کو ہمارے سروں پر سلامت رکھے، میں کل کیفیت عرض کرتا ہوں کہ یہ مہلک فساد بدقسمتی سے کس طرح شروع ہوا۔ یہ آدمی جو حضور کے سامنے مرا پڑا ہے۔ اسے رومیو نے مارا ہے، اور اسی آدمی نے جو مرا پڑا ہے مرکیٹو کو ہلاک کیا تھا۔

بیگم کپولٹ، ارے کیا میرے بھتیجے مرکیٹو کو، ہائے میرے بھائی کے لخت جگر، بادشاہ سلامت، ہائے شوہر یہ کیسا خون ہو گیا، بادشاہ سلامت حضور کے مزاج میں انصاف ہے۔ ہمارے اس خون کے بدلے میں مونٹیگ کے آدمی کا خون لیا جائے۔ ہائے بھتیجے ہائے بھتیجے،

بادشاہ: بتاؤ فساد کس سے شروع ہوا تھا؟۔

بنوالیو: سارے فساد کی جڑ ٹائی بلٹ تھا، جو رومیو کے ہاتھ سے یہاں مرا پڑا ہے۔ رومیو نے ٹائی بلٹ سے گفتگو بہت نرمی سے کی تھی، اور کہا ٹائی بلٹ جس بات پر آپ لڑتے ہیں۔ وہ بہت ہی خفیف ہے، اور یہ بھی کہا کہ دیکھو تمہاری اس حرکت پر بادشاہ سلامت سخت ناراض ہونگے۔ یہ کل گفتگو رومیو نے بڑی شرافت اور نرمی سے کی، آنکھیں نیچی کیے، گھٹنے زمین پر ٹیکے نرمی عاجزی سے یہ سب کچھ کہا لیکن اس کی باتوں کا ٹائی بلٹ کے قہر وعتاب پر مطلق اثر نہ ہوا۔ اس نے مصالحت کی طرف سے اپنے کان بہرے کر لیے اور اپنی تیز فولادی تیغ سے مرکیٹو کے سینے پر وار کیا، مرکیٹو کو بھی غصہ آ گیا اور وہ کلہ بکلہ جواب کرنے لگا۔ لیکن ٹائی بلٹ میں پھرتی بہت تھی، اس نے مرکیٹو کے وار کا جواب کیا

رومیو چیختا ہی رہا، دوستو دوستو کیوں لڑتے ہو، پھر اس نے اپنی تلوار کا ایک

ہاتھ لگا کر دونوں لڑنے والوں کی تلواروں کو زمین پر گرانا چاہا، اور وہ خود ان کے بیچ آ گیا۔ جونہی رومیو بیچ میں آیا ٹائی بلٹ نے اس کی بغل کی طرف سے اپنی تلوار کی نوک مرکیٹو کے سینے میں بھونک دی، اس زخم سے مرکیٹو جان بر نہ ہو سکا، اس کے بعد ٹائی بلٹ بھاگ گیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر رومیو کے پاس آیا اسے دیکھتے ہی رومیو کے دل میں انتقام لینے کا جوش پیدا ہوا۔ اور دونوں بجلی کی سی سرعت کے ساتھ بھڑ گئے میں انہیں جدا کرنے کو اپنی تلوار بھی نہ کھینچ سکا کہ مضبوط ٹائی بلٹ زمین پر مرا پڑا تھا۔ ٹائی بلٹ کے گرتے ہی رومیو موقع سے بھاگ گیا یہ جو کچھ میں نے حضور کے سامنے بیان کیا ہے، بالکل درست ہے اگر ایسا نہ ہو تو پھر بنوالیو قابل گردن زنی ہے۔

بیگم کپولٹ :۔ یہ تو مونٹیگ کے عزیزوں میں سے ہے ان کی محبت اس سے جھوٹ بلوا رہی ہے جو کچھ اس نے کہا وہ سچ نہیں ہو سکتا۔ اس فساد میں قریب قریب بیس آدمی شریک تھے اور ان بیسوں نے مل کر ایک جان لی ہے۔ میں انصاف چاہتی ہوں اور انصاف حضور کو کرنا ہی پڑے گا۔ رومیو نے ٹائی بلٹ کو مارا ہے اب رومیو کی جان سلامت نہ رہنی چاہیئے۔

بادشاہ رومیو نے ٹائی بلٹ کو قتل کیا اور اس سے پہلے ٹائی بلٹ مرکیٹو کی جان لے چکا تھا۔ اب مرکیٹو کی جان عزیز کا خون بہا کون دے گا؟۔

امیر مونٹیگ :حضور رومیو اس کا ذمہ دار نہیں وہ مرکیٹو کا دوست تھا رومیو کی غلطی اگر کچھ ہے تو وہ اتنی کہ جو سزا قانونی طور پر ٹائی بلٹ کو ملتی وہ رومیو نے خود اسے دے دی۔

بادشاہ: بس اسی غلطی اور جرم کی سزا میں ہم حکم دیتے ہیں کہ رومیو جلاوطن کیا جائے۔ فوراً ہماری عملداری سے وہ نکل جائے ہتم لوگوں کی اس عداوت میں میرے ایک عزیز کا خون ہوگیا ہے۔ اس لئے میں تم دونوں پر ایسا سخت جرمانہ کرتا ہوں کہ میرے اس عزیز کے قتل پر تم ہمیشہ نادم و پشیمان رہو۔ اب کوئی عذر میں نہ سنوں گا نہ تمہاری زاری نہ تمہاری التجا اس نالائق حرکت کا بدرقہ ہوسکتی ہے۔ اس لئے اب تم یہ کچھ نہ کرو، رومیو کو فوراً شہر سے نکل جانا چاہیئے، اگر اب کسی نے اسے یہاں دیکھا تو دیکھتے ہی موت کے حوالے کر دیا جائے گا، مرکیٹو کی لاش اٹھائی جائے اور جو حکم میں نے دیا ہے اس کے مطابق عمل ہو، قاتلوں کو معاف کرنا خود معاف کرنے والے کے حق میں ارتکاب قتل کے برابر ہوتا ہے۔

دوسرا منظر

(امیر کپولٹ کا باغ)

(جولیٹ آتی ہے)

جولیٹ: سورج دیوتا کے گھوڑو! دیوتا کے گھر تک سرپٹ اڑ جاؤ، اس کا رتھ بان تمھیں موت کی طرف جانے کے لئے کوڑے مارتا ہے تا کہ گھر پہنچتے ہی اندھیری رات کو حاضر کر دو؟۔ رات بھی وہ جس میں عشق و محبت کی باتیں ہوا کرتی ہیں ۔اے رات تو اپنا سیاہ پردہ سب پر ڈال دے تا کہ جاسوسوں سے آنکھ بچا کر رومیو میرے کنار الفت میں آجائے، نہ کوئی اسے دیکھے نہ ہماری الفت کا چرچا ہو ۔رات تو جلد کیوں نہیں آتی؟ اور اے سیاہ آبروؤں والی ہوا جس میں عشق کی باتیں ہوا کرتی ہیں ہاتو میرے رومیو کو کیوں مجھے نہیں دیتی، جب دن کا اجالا میرے پاس ہو گا تو پھر یہ رات دن ہو جائے گی، اور رات کے سیاہ پردوں پر دن ایسا روشن نظر آئے گا جیسے زاغ سیاہ کے پروں پر برف چمکتی ہو، اے رات مہربان! جلد آ اور میرے رومیو کی صحبت مجھے نصیب کر اور جب وہ زندہ نہ رہے تو اسے یہاں سے اٹھا لے جا۔ اور اسے کاٹ کر بہت سے چھوٹے چھوٹے ستارے بنا جس سے آسمان کا چہرہ اور بھی حسین ہو جائے۔ وہ دن کے سورج کو پوجنا چھوڑ دے۔ عشق مول تو لے لیا ہے مگر ہائے ابھی مال پر قبضہ نہیں ہوا، خود بک چکی ہوں مگر ابھی تک

کوئی حظ نہیں اٹھایا، یہ دن تو اس رات کی طرح کاٹے نہیں کٹتا۔جس کی صبح کوئی تہوار ہو۔میرا حال تو اس بچے کا سا ہو گیا ہے، جس کے لئے اچھے اچھے کپڑے سلے رکھے ہوں مگر پہننے کو ابھی نہ دیئے گئے ہوں۔اے لو وہ میری دایہ بھی آ گئی۔ضرور کچھ خبر لائی ہو گی۔جس زبان پر رومیو کا نام ہو اس میں کیسی لطافت اور شیرینی ہوتی ہے۔

(دایہ رسیوں کا ایک ڈھیر لئے آتی ہے)

دایہ: کہو کیا خبر لائیں، یہ رسیاں جن کے لانے کو رومیو نے کہا تھا،تم خود اٹھا کر لائی ہو۔

دایہ:ہاں ہاں وہی رسیاں تو ہیں۔

(رسیاں زمین پر پٹخ دیتی ہے)

جولیٹ:یہ سب کچھ تو کیا خبر بھی لائیں؟ ہاتھ اس طرح کیوں ملتی ہو؟۔

دایہ:ہائے ہائے وہ تو مر گیا،مر گیا۔ہائے ہائے وہ تو مر گیا۔بیگم تمہارا کام بگڑ گیا۔غارت ہو گیا۔افسوس تو اس ناشاد نامراد دن پر ہے۔وہ اپنی جان سے گیا۔ مارا گیا۔مر گیا۔

جولیٹ:۔کیا یہ **فلک** ایسا جفا کار نکلا؟۔ہائے رومیو بھلا کون اسے سمجھا سکتا تھا؟۔کسے اس کی خبر تھی؟۔رومیو!۔

جولیٹ:۔یہ شیطان کون ہے جو مجھے اس طرح اذیت پہنچا رہا ہے۔اذیت بھی وہ جس میں درد سے چیختے چیختے سارے دوزخ کو بھی سر پر اٹھا لیا جائے۔کیا رومیو نے اپنی جان خود اپنے ہاتھ سے لی؟۔اگر تم نے کہا ہاں، تو پھر تمہاری یہ زبان

میرے حق میں زہر ہلاہل ہو گی، اور اگر تم نے نا کہا تو پھر میں نہیں۔ اگر تمہیں ''نا کہنا ہے تو پھر یہ آنکھیں بند ہو جانی ہی بہتر ہیں'' اگر کسی نے اسے قتل کیا ہے تو کہو ہاں اگر ایسا نہیں ہے تو کہو نہیں''۔ بس یہی مختصر جملے ہیں جن پر میرے رنج و راحت کا دارمدار ہے۔

دایہ: میں نے تو خود آنکھوں سے اس کا زخم دیکھا تھا، دستم بخیر یہاں سینے پر ایک بڑا گھاؤ تھا ہائے کیسا بے جان سر سے پاؤں تک خون میں لتھڑا پڑا تھا، رنگت اتنی زرد تھی جیسے پیلی مٹی ہو، لال لال لہو میں سارا رنگا ہوا تھا۔ مجھے تو دیکھتے ہی غش آ گیا۔

جولیٹ: ۔ اے دل اپنے ٹکڑے اڑا دے تو تو اب دوالیہ ہو گیا، دکان بڑھا۔ کسی قید خانے میں چلا جا تاکہ تیری آنکھیں پھر آزادی کو نہ دیکھ سکیں۔ اور اے خاک کے پتلے تو بھی خاک میں مل جا۔ اے حس و حرکت تم بھی مٹ جاؤ۔ بس اب میں اور رومیو ایک ہی تابوت کو وزنی بنائیں گے۔

دایہ: ہائے ٹائی بلٹ: ۔ ہائے ٹائی بلٹ تجھ سے زیادہ کوئی میرا دوست غم خوار نہ تھا۔ مہربان ٹائی بلٹ شریف ٹائی بلٹ ہائے ہائے میں تجھے مرتے ہوئے دیکھنے کو کیوں جیتی رہی؟۔

جولیٹ: ۔ ارے یہ کیسی آندھی ہے کہ کبھی اس رخ چلتی ہے، کبھی اس رخ، رومیو مارا گیا یا ٹائی بلٹ مرا ہے۔ ٹائی بلٹ تو میرا بڑا عزیز ماموں زاد بھائی تھا۔ اور رومیو میرا پیارا شوہر تھا، بس اب اسرافیل سے کہو کہ وہ اپنا صور قیامت پھونکیں۔ اگر یہ دونوں مرے ہیں تو پھر کون زندہ رہا؟۔

دایہ: ۔ہاں بیگم ٹائی بلٹ مارا گیا، اور رومیو کو دیس نکالا ملا، رومیو نے ٹائی بلٹ کو مارا اور اسے جلاوطنی کا حکم ملا ہے۔

جولیٹ: ۔خدایا کیا رومیو کے ہاتھ سے ٹائی بلٹ کا خون ہوا ہے؟۔

دایہ: ۔ ہاں ہاں اسی کے ہاتھ سے خون ہوا ہے، ہائے یہ کیسی بری گھڑی آ گئی، جو یہ خون ہوا۔

جولیٹ: ۔اے میری جان، اے میرے دل! تو تو مار قاتل تھا، جو پھولوں جیسی صورت میں چھپا ہوا تھا، یا کوئی خونی اژدہا تھا کہ پر فضا غار میں پوشیدہ تھا، اے ظالم و حسین رعنا فرشتے کی صورت میں شیطان، اے زاغ سیاہ! جس کے پر قمری کی طرح اجلے اور سپید تھے۔اے بر معصوم جو بھیڑیے کی طرح پھاڑ کھانے کو تیار تھا، پاکیزہ شکل میں قابل نفرین تو وہ خاک ظاہر میں جیسا تو تھا، باطن میں کیسا اس سے برعکس نکلا۔تو ایک دوزخی عارف و پارسا تھا۔تو ایک معزز نفس شریر تھا۔فطرت تجھے دوزخ سے کیسا واسطہ تھا؟۔کیوں تو نے ایک شیطانی روح کو حسن و خوبی سے آراستہ کر کے اسے بہشتی جسم میں آسودہ کیا۔کیا کوئی کتاب ایسی خوبصورت اور زریں جلد مگر ناپاک مضامین سے پر کہیں اور بھی تھی، ہائے مکر و فریب تمہارے رہنے کا مکان اتنا خوشنما اور عالی شان ہو سکتا ہے۔؟۔

دایہ: ۔مردوں میں تو کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہو سکتی، جس سے ان کا اعتماد برہو نہ ہو۔ایمان رکھتے ہیں نہ دیانت داری، جتنے ہیں سب جھوٹی قسمیں کھانے والے ہوتے ہیں۔ارے میرے آدمی کہاں ہے! تھوڑا سا عرق تو مجھے پینے کو دے، ان غموں اور مصیبتوں نے تو مجھے بڑھیا کر دیا، رومیو شرم و غیرت تیرا ناس کھوئے۔

جولیٹ:۔تیری زبان پر چھالے پڑیں، جوتو رومیو کو ایسی بد دعائیں دے۔وہ ندامت وشرمندگی کی زندگی جینے پیدا نہیں ہوا۔ندامت اور بے شرمی کو اس کی پیشانی پر ظاہر ہونے میں خودشرم آتی ہے۔اس کی پیشانی تو وہ تخت ہے جس پر عزت کو تاج شاہی پہنا کر بٹھایا گیا ہے، وہی تنہا بادشاہ اس کل روئے زمین کا ہے، میں بھی نری جانور تھی کہ میری زبان سے اس کی شان میں ایسے سخت الفاظ نکلے۔

دایہ:۔تو کیا آپ اس کی تعریف کرتی ہیں، جس نے آپ کے ماموں کے بیٹے کو قتل کیا ہے؟۔

جولیٹ:۔تو کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ میں اسے برا کہوں جو میرا شوہر ہے، پیارے سرتاج میں تو ابھی تین ہی گھنٹے کی بیاہی ہوں، کہ میں نے اپنی زبان سے تیرے نام کو زخمی کیا، اب وہ کون سی زبان ہوگی جو تیرے نام کو اس کی اصلی عزت ووقعت پر قائم کرے ہر تاج اگر میں تجھ سے پوچھوں کہ تو نے کیوں میرے عزیز ٹائی بلٹ کو جان سے مار ڈالا، تو اس کا جواب میں خود ہی دوں گی کہ اگر ایسا نہ کرتا تو پھر یہ نالائق عزیز میرے شوہر کو مار ڈالتا۔

آنسوؤں کی لڑیو اپنے سرچشمہ کی طرف لوٹ جاؤ، تمہارے قطرے تو رنج وافسوس لئے ہوا کرتے ہیں، مگر یہ میری غلطی تھی، اب تو انہیں قطروں کو خوشی کے آنسو سمجھنا چاہیئے۔میرا شوہر زندی ہے، جسے اگر ٹائی بلٹ چاہتا تو مار ڈالتا۔مگر اب یہی ٹائی بلٹ جو میرے شوہر کو ہلاک کرتا مر چکا ہے۔یہ واقعہ تو میرے اطمینان کا باعث ہے، تو پھر میں کیوں روؤں؟۔لیکن جو بات مجھے مارے ڈالتی ہے، اسے

میں خوشی سے بھول بھی جاؤں مگر وہ حافظہ سے کسی طرح دور نہیں ہو پاتی، اور دماغ میں سما کر اس طرح وہ ستاتی ہے، جیسے مجرموں کو ان کے جرموں کی یاد ہر وقت سہائے رکھتی ہے۔ٹائی بلٹ تو مارا گیا، اور رومیو کو دیس نکالا ملا، دیس نکالا ایسا جملہ ہے۔دیس نکالا ایسا جملہ ہے جو دس ہزار ٹائی بلٹ کی موت سے بھی زیادہ صدمے کی چیز ہے۔اگر ٹائی بلٹ کی موت ہی تک بات رہتی تو وہ ایک افسوس ناک واقعہ ضرور تھا، اور یہی کافی تا کہ میں دس ہزار ٹائی بلٹوں کی موت پر رنج و افسوس کرتی، مگر اس کے ساتھ کسی اور مصیبت کا آنا بھی ضروری تھا۔دایہ نے جہاں ٹائی بلٹ کی موت کی خبر سنائی تھی، اس کے بعد یہ کیوں نہ کہا کہ میری ماں اور میرے باپ دونوں مر گئے، اس خبر کو سن کر معمولی طور پر رو پیٹ لیتی، لیکن ٹائی بلٹ کی موت کے بعد جو جملہ دایہ نے کہا وہ یہ تھا کہ رومیو کو دیس نکالا ملا، یہ جملہ تو وہ ہے کہ جس کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا، خاتمہ یہ تو موت کے برابر ہے۔کوئی دوسرا نقصان ایسا نہیں جو افسوس پر اس طرح آمادہ کرتا ہو۔دایہ میرے والد اور میری والدہ کہاں ہیں؟۔

دایہ:۔ٹائی بلٹ کی لاش پر رو پیٹ رہے ہیں، اگر وہاں جانا چاہتی ہو تو میں پہنچا دوں؟۔

جولیٹ:۔کیا وہ ٹائی بلٹ کے زخموں کو آنسوؤں سے دھو رہے ہیں؟۔جب تک ان کے آنسو خشک ہو کر ختم ہو نگے، تو میری آنکھوں میں بھی رومیو کی جلاوطنی پر ایک آنسو نہ رہے گا، دایہ یہ رسیاں تو یہاں سے ہٹاؤ، غریب! رسیو تم نے بھی دھوکہ کھایا۔میں اور تم دونوں دھوکے میں رہے اور رومیو تو جلاوطن کر دیا گیا۔اس نے

میری خوابگاہ تک پہنچنے کا تمہیں ذریعہ بنانا چاہا۔ ہائے میں تو کنوار پنے ہی میں بیوہ ہوگئی۔ رومیو آؤ، دایہ آؤ۔ میں اپنی شادی کی سیج پر جاتی ہوں۔

دایہ: ۔ بہتر ہے اپنے کمرے میں چلی جاؤ تمہاری تسکین کے لئے میں رومیو کو ڈھونڈ کر لاتی ہوں۔ جہاں اسوقت وہ ہے، وہ جگہ مجھے معلوم ہے، سنتی ہو بیگم تمہارا رومیو آج رات یہاں آئے گا۔ پادری لارنس کے حجرے میں وہ چھپا بیٹھا ہے۔ میں وہیں اس کے پاس جاتی ہوں۔

جولیٹ: ۔ ہاں دایہ اسے ضرور تلاش کرو اور ملے تو یہ انگوٹھی بطور نشانی بہادر رومیو کو دینا اور کہنا کہ رخصتی ملاقات کو ضرور آئیں۔

(چلی جاتی ہے)

تیسرا منظر

(پادری لارنس کا حجرہ)

(لارنس آتا ہے)

رومیو! باہر آجاؤ اے خوفناک آدمی مصیبتوں کو تیری خوبیوں کے ساتھ عشق ہو گیا ہے۔

(رومیو آتا ہے)

پادری : پیارے فرزند! تو مصائب وآلام کی صحبت سے خوب مانوس ہے۔بادشاہ نے جو سزا تیرے لئے تجویز کی ہے۔اس کی خبر لایا ہوں۔

رومیو:تو کیا بادشاہ کا حکم موت کی سزا سے کچھ کم کا ہے؟۔

پادری ہاں بادشاہ کی زبان سے سزا خفیف تجویز ہوئی ہے،موت کی سزا نہیں ہے،صرف جلاوطنی کی سزا دی گئی ہے۔

رومیو: جلاوطنی،ارے رحم کرو،یہ کہو کہ موت تجویز ہوئی ہے کہ میں موت سے کہیں زیادہ جلاوطنی سے ڈرتا ہوں،جلاوطنی کا لفظ زبان سے نہ نکالو۔

پادری:۔ویرونہ سے تم شہر بدر کیے گئے ہو،صبر کرو، ملک خدا تنگ نیست۔

رومیو:۔ ویرونہ کی چار دیواری سے باہر دنیا کہاں ہے،وہاں تو اذیت وآزمائش کی جگہوں کے سوا بلکہ دوزخ کے سوا کچھ نہیں۔یہ جلاوطنی تو دنیا سے دیس

نکالا ہوئی، اسے تو موت کے برابر سمجھے۔ جلاوطنی کی سزا تو موت کی سزا کا دوسرا نام ہے۔ جلاوطنی تو موت ہی کو کہتے ہیں۔ آپ تو سونے کے تیز تیشہ سے میرا گلا کاٹتے ہیں، اور جو ضرب مجھے جان سے مارے گی، اس پر مسکراتے بھی ہیں۔

پادری ارے یہ کیسی ناشکری اور احسان فراموشی ہے، قانون کے مطابق تو تمہارا جرم سزائے موت کا مستوجب تھا۔ لیکن مہربان اور رحم دل بادشاہ نے رعایت کر کے قانون کو ایک طرف کر دیا اور موت کے لفظ کو اپنی زبان پر نہ آنے دیا۔ یہ تو اس کی نرمی اور رعایا پروری تھی، مگر افسوس تم اسے کچھ نہیں سمجھتے۔

رومیو، یہ رحم نہیں بلکہ انتہا درجے کی ایذا رسانی ہے، بہشت تو وہاں ہے جہاں جولیٹ رہتی ہے، ہائے اس بہشت میں کتا، بلی، چوہا، بلکہ ذلیل سے ذلیل جان تک رہے، اس کی صورت دیکھے۔ مگر رومیو کو اس کی اجازت نہ ہو۔ مکھیوں اور مچھروں تک کو عزت قرب وصحبت رہے، اور محروم رہے تو رمیو، یہ سب تو جولیٹ کے گورے گورے ہاتھوں پر بیٹھیں اور اس کے لبوں سے جو دوشیزگی کی نفاست میں اپنے ہی ملنے کو گناہ کا بوسہ سمجھ کر حیا اور شرم سے سرخ رہیں، غیر فانی برکتیں حاصل کریں لیکن رومیو کو ان برکتوں سے کچھ نصیب نہ ہو، کیونکہ وہ تو جلاوطن کر دیا گیا ہے، مکھیوں اور مچھروں تک کو عزت قرب نصیب ہو لیکن مجھے وہاں سے اڑ جانے کا حکم ہو۔ سب تو وطن میں آزاد رہیں اور مجھے دیس نکالا ملے، اس پر بھی آپ فرماتے ہیں کہ جلاوطنی موت نہیں ہے، پادری کیا تیرے پاس کوئی ایسا زہر یا تیز سان رکھا ہوا خنجر نہیں ہے۔ جس سے میری موت یکا یک ممکن ہو، میں تو مرنے کے لئے جلاوطن کیا گیا ہوں، ارے پادری! دوزخی بھی جب دوزخ میں ہوتے

ہیں،تو اس لفظ کو زبان پر لانے میں درد و عذاب سے چیختے ہیں۔تو تو بڑا خدا رسیدہ آدمی ہے،لوگ تیرے سامنے آپ گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔اور تو انہیں گناہوں کی معافی کی تدبیریں بتاتا ہے،تو میرا دوست ہے پھر بھی تو نے جلاوطنی کا لفظ منہ سے نکال کر میرے دل کو زخمی کیا۔

پادری!ارے بدحواس،کم عقل ذرا میری بات سن۔

رومیو:۔پادری اچھا مگر پھر اسی جلاوطنی کا ذکر کرو گے۔

پادری:۔نہیں میں وہ علاج بتاؤں گا جو تجھے جلاوطنی کی تکلیف سے دور رکھے ،دنیا کی تمام مصیبتوں کا علاج فلسفہ ہے۔یہ چیز جلاوطنی میں بھی تجھے تسکین دیتی رہے گی،

رومیو:۔مگر جلاوطنی ضرور کہے جاؤ گے تو پھر ایسے فلسفے کو در گور کیجیے،کیا فلسفہ کوئی جولیٹ بنا کر سامنے کھڑی کر دے گا،کسی شہر کو اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے آئے گا نہیں وہ کچھ بھی نہیں کر سکے گا،یہ باتیں اس کے اختیار سے خارج ہیں بس اب کچھ نہ کہو چپ رہو۔

پادری:۔اچھا معلوم ہوا کہ اب اس دیوانے کے پاس سننے کو کان تک نہیں رہے۔

رومیو،دیوانے کے پاس کان کیوں ہوں،جب کہ ہوشمند کے پاس آنکھیں نہ ہوں۔

پادری:۔رومیو آؤ میں تمہاری اس حالت کا لحاظ کر کے تمہیں سمجھاؤں

رومیو:۔جس چیز کا تجھے احساس ہی نہ ہوا سے سمجھائے گا کیا؟۔اگر آج کو تو

میری طرح جوان ہوتا، جولیٹ سے تجھے عشق ہوتا، اور شادی کے ایک گھنٹے بعد ٹائی بلٹ مارا جاتا، میری طرح محبت میں بے چین و بے قرار ہوتا اور میری ہی طرح تجھے دیس نکالا ملتا تب البتہ تو مجھے سمجھا سکتا تھا، اس وقت تو اپنے سر کے بال نوچتا نظر آتا زمین سے اٹھتا اور پھر زمین پر ہی گر پڑتا۔ جیسا کہ درخت ہوں، گویا کہ اپنی قبر کے لئے زمین ناپ رہا ہوں۔

(اندر سے کوئی کھٹکھٹاتا ہے)

پادری:۔ رومیو اٹھ دروازے پر کسی نے دستک دی ہے، اٹھ اور کہیں چھپ جا۔

رومیو:۔ میں ہرگز نہ چھپوں گا جب تک اس دل کی آئیں غبار بن کر تلاش کرنے والوں کی نگاہوں سے مجھے چھپا نہ دیں۔

(پھر کوئی دروازہ کھٹکھٹاتا ہے)

پادری:۔ دیکھو تو کون اس طرح دروازہ پیٹ رہا ہے؟۔

کون ہے؟۔ رومیو اٹھ کر بیٹھ اب تو ضرور گرفتار ہو جائے گا۔ ذرا ٹھہرو دم لو۔ رومیو دوڑ کر میرے پڑھنے کے کمرے میں چلا جا اچھا اچھا خدا کی یہی مرضی تھی۔

یہ کون احمق ہے، اچھا آیا، آیا۔

(دروازے پر کھٹ کھٹ ہوتی ہے)

دایہ:۔ پہلے مجھے اندر آنے دیجئے، پھر جو کہنا ہے کہوں گی میں اپنی بیگم جولیٹ

کے پاس سے آئی ہوں۔

پادری:۔تو پھر اندر آجایئے نا۔

(دایہ اندر آتی ہے)

دایہ:۔پادری صاحب فرمایئے میری بیگم کے شوہر یعنی رومیو کہاں ہیں؟۔

پادری:۔وہ سامنے اپنے ہی آنسوؤں کے نشے میں زمین پر بے ہوش پڑے ہیں۔

دایہ،اور بالکل یہی حال میری بیگم کا بھی ہو رہا ہے۔ہائے ان دونوں کی یہ ہمدردی بھی کس غضب کی افسوس ناک حالت ہے۔منہ ہی منہ میں کچھ کہتی ہے اور روتی ہے۔اور روتی ہے۔اور بڑبڑاتی ہے،بڑبڑاتی ہے،اور روتی ہے۔رومیو اگر مرد ہو تو کھڑے ہو جاؤ جولیٹ ہی کی خاطر اٹھو کیوں غم میں اپنا برا درجہ کرتے ہو؟۔

رومیو:دایہ!

دایہ،ہاں میاں مسرت سب باتوں کو خاتمہ کر دے گی۔

رومیو!ابھی جولیٹ کی نسبت تم نے جو کچھ کہا تھا،اس کا کیا حال ہے؟۔کیا وہ ابھی تک مجھے ایک پرانا خونی قاتل سمجھتی ہے،افسوس میں نے اس کے ایک عزیز کو قتل کر کے اپنے اور اس کے عیش کی ابتداء ہی کو داغ لگا دیا ہے وہ کہاں ہیں اور کیسی ہیں؟۔وہ خاتون جو مجھ سے خفیہ شادی کر کے میری بیوی بنی تھیں۔کیا اسی وجہ سے وہ دنیا سے روپوش ہیں،اب وہ ہمارے اس عشق غارت شدہ کے بارے میں کیا فرماتی ہیں؟۔

دایہ! میاں وہ تو کچھ بولتی ہی نہیں زار و قطار روتی ہیں کبھی منہ لپیٹ کر پلنگ پر پڑ جاتی ہیں۔ کبھی اٹھتی ہیں تو ٹائی بلٹ کا نام زور زور سے لیتی ہیں اور پھر رومیو کہہ کر رونے لگتی ہیں۔

رومیو:۔ میرا نام تو اس طرح زبان پر آتا ہوگا جیسے کمان سے تیر نکلے اور تیر انداز ہی کا خون کر دے کیونکہ یہی بد بخت تھا جس کے ملعون ہاتھوں سے ان کا عزیز مارا گیا۔ پادری! مجھے بتا کہ اس جسم بد بخت کے کس حصہ میں میرا نام رہتا ہے۔ تا کہ اسے غارت اور مسمار کرنے کے لئے میں اس کا محاصرہ کرلوں۔

(تلوار کھینچ لیتا ہے)

پادری! خبر دار جو آگے کچھ کہا، تو مرد ہے صورت سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن تیرے یہ آنسو عورتوں کے سے آنسو ہیں۔ تیری ان وحشت زدہ حرکتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرے دماغ میں بجائے عقل کے قہر و غضب بھرا ہوا ہے۔ ایک خوب صورت مرد کے قالب میں تو ایک بد صورت عورت کو دکھا رہا ہے۔ یا تو ایک کریہہ منظر جانور ہے۔ جو ایک خوب رو مرد اور عورت کی شکل میں نظر آرہا ہے۔ طبقہ مقدس کی قسم میں ابھی تک یہ ہی سمجھ رہا تھا کہ تیرے مزاج میں اعتدال ہے۔ ٹائی بلٹ کو تو قتل کر چکا ہے؟۔ کیا اب اپنے تئیں مارنے کا ارادہ ہے؟۔ اور پھر اپنی بیگم کو بھی جان سے مارے گا، جو ہر وقت تیرے خیال میں جیتی ہے۔ اور یہ اس طرح کو اپنی جان کا دشمن بن کر خود اپنی جان کھوئے تو اپنی اصل گھرانے زمین و آسمان کو کیوں برا کہتا ہے؟۔ تیری پیدائش میں تو یہ زمین و آسمان سب مجتمع ہیں، مگر اپنی حرکتوں سے تو ان نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے، شرم شرم تو اپنی صورت اپنی عقل

اور اپنے عشق کو شرمندہ کرتا ہے، تیری مثال تو ایسے سود خور مال دار کی سی ہے جو دولت تو بہت رکھتا ہے، مگر اس کا صحیح استعمال اسے نہیں آتا، تاکہ تیرے جسم اور تیری عقل کی زینت ہو دونوں چیزوں سے بدنما طریق پر کام لیتا ہے۔ اور حالت یہ ہوتی ہے جیسے بارود ایک اناڑی سپاہی کی کپی میں خود اس کی حماقت کی وجہ سے آگ پکڑے اور جو ذریعہ اس کی حفاظت کا تھا وہی باعث اس کے غارت ہو جانے کا ہو جائے، عجب آدمی ہے، بھلے مانس اٹھتا کیوں؟۔ نہیں تیری جولیٹ تو زندہ ہے جس کے لئے تو ابھی جان دینے کو تیار تھا، تجھے تو خوش ہونا چاہیئے کہ ٹائی بلٹ مر چکا ہے جو تجھے ایک دن ضرور جان سے مارتا، تو نے ٹائی بلٹ کا کام تمام کیا، اس میں بھی تو قسمت کا اچھا رہا۔ کیونکہ جو اس جرم کی سزا دینے والا تھا، وہ تیرا دوست بن گیا۔ اور بجائے موت کی سزا کے اس نے تجھے جلاوطنی کا حکم دیا۔ اس پر بھی تجھے خوش ہونا چاہیئے۔ دیکھ تو خدا نے کیسی کیسی برکتیں تجھے دی ہیں۔ مسرت ونشاط اپنی بہترین شان زینت وزیبائی میں تیرا ساتھ دے رہی ہیں۔ لیکن تو ایک بدراہ عورت کی طرح اپنے مقدر اور اپنے عشق پر برے برے چہرے بنا رہا ہے۔ بس احتیاط کر، احتیاط شرط ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ بڑی اذیت کے ساتھ مرا کرتے ہیں۔ بس جیسا کہ پہلے قرار پایا تھا اٹھ اور اپنی محبوبہ کے پاس جا کر رسیوں کی سیڑھی لگا کر اس کے کمرے میں پہنچ جا۔ اتنی دیر نہ کر کہ لوگ تجھے ڈھونڈنے نکلیں، اگر ایسا ہوا تو تیرا منٹوا پہنچنا ناممکن ہو جائے گا۔ وہاں تجھے اتنے دن رہنا ہوگا جب تک ہم یہاں تیری شادی کو مشہور نہ کر دیں۔ دو دشمن گھرانوں میں میل ملاپ ہو کر دوستی ہو جائے، بادشاہ سے تیرا قصور معاف کروا دیا جائے۔ اور پھر ہم تجھے اس گریہ وزاری

سے لاکھ درجے زیادہ خوشی وشادمانی کے ساتھ وطن میں واپس بلائیں۔ دایہ! تم آگے چلو۔ اپنی بیگم کو میری طرف سے بہت بہت دعا کہنا۔ اور کہنا کہ رومیو تم سے ملنے آرہا ہے۔ گھر کے لوگ بہت تھکے ہارے ہونگے۔ جب وہ سو جائیں تو دونوں ملاقات کریں۔

دایہ: قسم ہے میں نے تو یہاں وہ اچھی باتیں سنی ہیں کہ اگر رات بھر سنتی رہتی تب بھی نہ تھکتی علم بھی کیا شے ہے؟۔ اچھا میاں میں بیگم سے کہہ دوں گی کہ تم ملنے آرہے ہو۔

رومیو:۔ ہاں بس اتنا ہی کہہ دینا کہ وہ اپنے عاشق کو اس نالائق حرکت پر ملامت کرنے کو تیار ہو جائے۔

دایہ: لو یہ انگوٹھی لو اپنے پاس رکھو بیگم نے مجھے دی تھی کہ تمہیں دے دوں جلدی کرو، دیر بہت ہوتی جاتی ہے۔

(چلی جاتی ہے)

رومیو، اس وقت کی باتوں نے تو مجھ میں جان سی ڈال دی ہے۔

پادری:۔ اچھا اب جاؤ، تمہیں خدا کے سپرد کیا۔ اچھا ذرا غور کرو اب ضرورت اس کی ہے کہ لوگ تمہیں ڈھونڈنے نکلنے نہ پائیں۔ کہ تم ویرونہ سے نکل جاؤ۔ اور وہ اس طرح کہ صبح ہوتے ہی تم منٹوا پہنچ جاؤ، میں یہاں ایک ایسا آدمی مقرر کروں گا، جو تمہیں یہاں کی ہر بات کی اطلاع دیتا رہے۔ جسے تم سن کر خوش ہو جاؤ۔ بس ہاتھ ملاؤ، رات بہت آگئی ہے۔ بس یہی باتیں تھیں جو تم سے کہنی تھیں۔

رومیو:۔ اگر اس وقت وہ خوش نصیب ہوتی، جس سے بڑھ کر دوسری خوشی

میرے لئے نہ تھی تو آپ سے اس وقت داغ مفارقت کا بڑا افسوس ہوتا۔ افسوس اس کا ہے کہ بہت تھوڑی دیر کی ملاقات کے بعد آپ سے جدائی ہوتی ہے۔

(چلا جاتا ہے)

چوتھا منظر

(امیر کپولٹ کے مکان کا کمرہ)

(امیر کپولٹ بیگم کپولٹ اور نواب پارس آتے ہیں)

امیر کپولٹ:۔ جناب والا واقعات کچھ ایسے نا شاد پیش آرہے ہیں کہ مجھے اپنی بیٹی سے آپ کے معاملے میں تحریک کرنے کا موقع مطلق نہ ملا، اس کا علم تو آپ کو ہوگا کہ ہماری بیٹی کو اپنے ماموں زاد بھائی ٹائی بلٹ سے بہت ہی محبت تھی، اور یہی حال میرا تھا، مجھے تو اس سے عشق تھا۔ حقیقت یہی ہے کہ ہم سب ایک دن مرنے ہی کو پیدا کیے گئے ہیں۔ رات زیادہ ہوگئی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج شب کو اپنی خواب گاہ سے اتر کر وہ نیچے نہیں آئے گی، مگر میں وعدہ آپ سے کر ہی چکا ہوں۔ میں تو آپ کی وجہ سے اب تک جاگتا رہا ورنہ مجھے سوئے ہوئے تو اب تک ایک گھنٹہ ہوا ہوتا۔

نواب پارس:۔ یہ زمانہ تو ایسا ناخوش گزر رہا ہے کہ اس میں عشق و الفت کے معاملے میں بات چیت مشکل ہی ہے۔ بیگم صاحبہ آداب بجالاتا ہوں آپ بھی اپنی صاحبزادی سے میری نسبت کوئی کلمہ خیر ضرور فرمائیں گے۔

بیگم کپولٹ:۔ میں کل صبح ہی اس کی مرضی معلوم کرلوں گی آج رات کو تو وہ اپنے غم میں مبتلا دروازہ بند کیے پڑی ہے۔

نواب کپولٹ:۔سنو پارس میں آپ کے عشق کا حال نہایت اصرار کے ساتھ اپنی بیٹی سے کہوں گا،اور امید ہے کہ وہ میرے کہنے سے ہر طرح پر مان جائے گی،بیگم:۔آپ خواب گاہ میں جانے سے قبل ضرور اس کے پاس جائیں،اور اسے ہمارے لائق فرزند پارس کے عشق سے مطلع کریں اور اتنا اور کہنا کہ اب کے چہار شنبہ جب آئے تو مجھے یاد دلانا،مگر ذرا ٹھہرو آج کیا دن ہے؟۔

پارس:۔جناب عالی آج تو دوشنبہ ہے۔

کپولٹ:۔تو پھر دوشنبہ سے چہار شنبہ کچھ دور نہیں،بہتر ہوگا کہ پنج شنبہ مقرر کر لیا جائے۔بس پنجشنبہ کو ہماری بیٹی کا عقد نواب پارس سے ہو جائے گا۔اسے طے شدہ بات سمجھنا چاہیئے۔بیگم تم بھی جولیٹ سے کہہ دینا نواب پارس کیا آپ اس دن تیار رہیں گے،اس عجلت کو تو آپ پسند کرتے ہیں۔زیادہ مہمانداری مقصود نہیں،صرف چار ملنے والے تقریب میں شریک ہوں گے۔یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ہمارے عزیز ٹائی بلٹ کا واقعہ حال میں پیش آیا ہے،اگر زیادہ دھوم دھام کی تو ممکن ہے کہ چونکہ ٹائی بلٹ ہمارا عزیز تھا،لوگوں کو یہ بات ناگوار گزرے۔یوں سمجھیئے کہ چھ سات سے زیادہ مہمان نہ ہوں گے،اور یہ کام ختم ہو جائے گا،پنجشنبہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟۔

پارس جناب من،میرا حال تو یہ ہے کہ اگر پنج شنبہ کل آجاتا تو میں اسے اچھا سمجھتا۔

کپولٹ:۔اچھا خیر تو پنج شنبہ ہی رکھیے یہی ٹھیک ہوگا،بیگم سونے سے پہلے تم جولیٹ سے ضرور ملنا،اور بیگم تم اسے اسی دن کے لئے شادی پر آمادہ کر لینا۔خدا

حافظ میرے شریف دوست نوکر خواب گاہ تک میرے آگے آگے روشنی لے کر چلو، رات بہت گزری ہے۔ صبح ہونے میں اب کچھ دیر نہیں ہے، شب بخیر۔

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

پانچواں منظر

(امیر کپولٹ کا باغ)

(رومیو آتا ہے، جولیٹ بالا خانے کی کھڑکی میں کھڑی ہے)

جولیٹ: ۔ کیا اب جا رہے ہو؟ ۔ یہ آواز جو آپ نے سنی ہے بلبل کے چہکنے کی آواز تھی، جو آدھی رات ک وبولتا ہے۔ صبح کی خبر دینے والی چکور کی آواز نہ تھی، سامنے انار کے درخت پر بلبل بولا کرتا ہے۔ یقین مانو جو آواز تم نے ابھی سنی ہے وہ بلبل کی ہے، چکور کی نہیں تھی۔

رومیو نہیں وہ چکور کی آواز تھی جو نقیب سحر ہے بلبل کی آواز نہ تھی، میری جان ذرا مشرق کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھو، دیکھو تو روشنی کی تحریروں نے بہت سے بادلوں میں کیسی چمکتی سنجاف لگائی ہے۔ روشنی کی ان تحریروں کو تو تم پر رشک آتا ہے۔ آسمان پر رات کے چمکتے تاروں کی روشنی گل ہو چکی ہے، آفتاب پہاڑوں کی چوٹیوں سے جن پر کہر چھایا ہے، دنیا کو اس طرح جھانکنے لگا ہے، جیسے کوئی پنجوں کے بل کھڑا دیوار سے جھانکے، اگر مجھے زندہ رکھنا چاہتی ہو، تو اب یہاں سے جانے دو، اگر زیادہ ٹھہرا تو پھر جان دینی پڑے گی۔

جولیٹ: ۔ یہ دن کی روشنی نہیں ہے، مجھے خوب معلوم ہے کہ یہ تو آفتاب سے گرنے والے کسی شہاب ثاقب کی چمک ہے، تا کہ وہ تمہاری مشعل راہ بن کر منٹوا

تک تمہاری رہنمائی کرے، اس لئے تھوڑی دیر اور ٹھہرو، تمہارا جانا ضروری نہیں ہے۔

رومیو: تو پھر آپ مجھے گرفتار ہو جانے دیں تا کہ موت نصیب ہو اگر آپ کی یہی خوشی ہے تو مجھے منظور ہے، میں یہ نہ کہوں گا کہ یہ سحر کی روشنی ہے، بلکہ سمجھوں گا کہ ماہ تاباں کی ابروئے خمدار ہے، اور نہ اس آواز کو جو آسمان کے گنبد میں ہمارے سروں سے اونچی گونج رہی ہے، چکور کی آواز سمجھوں گا۔ مجھے خود یہاں ٹھہرنے کی جتنی آرزو ہے یہاں سے جانے کی نہیں، اگر جولیٹ کی یہی خوشی ہے تو اے موت آ جا جان من تم خاموش کیوں ہو گئیں، باتیں کیوں نہیں کرتیں، دن تو نہیں نکل رہا ہے۔

جولیٹ: نہیں پیارے یہ دن ہے دن بس اب جلدی سے چلے جاؤ، سدھارو یہ تو چکور ہے جو اپنا گیت اس طرح گا رہی ہے کہ بے سری ہو گئی ہے، اور آواز میں ناگوار تیزی ہے، مشہور ہے کہ نغمے کی تقسیم میں چکور بڑی خوش تمیزی سے کام لیتی ہے، لیکن اس وقت چونکہ وہ ہمیں جدا کر رہی ہے۔ اس لئے آواز میں شیرینی نہیں۔ لوگ کہتے ہیں مینڈک نے اپنی خوبصورت آنکھیں چکور سے بدل لی تھیں۔ جس کی آنکھیں بد نما تھیں۔ کاش وہ دونوں اپنی آوازیں بھی بدل لیتے، کیونکہ اس چکور مردار کی آواز ہمیں اس وقت جدا کرتی ہے، جب ہم دونوں باہوں میں باہیں ڈالے کھڑے تھے، اس کم بخت نے اپنا گیت سنا کر ہم میں اس وقت جدائی ڈالی۔

(دایہ کمرے میں آتی ہے)

جولیٹ:۔ کیوں کیا کہتی ہو؟۔

دایہ: آپ کی اماں جان یہاں آنے کو ہے، دن نکل آیا ہے، ہوشیار ہو جاؤ۔
(چلی جاتی ہے)

جولیٹ:۔ اے دریچہ کھل جا دن کو اندر آنے دے اور جان کو باہر جانے دے۔

رومیو:۔ پیاری جولیٹ:۔ خدا حافظ، خدا حافظ، خدا کو سونپا، اگر اجازت ہو تو ایک بوسہ لینے کے لئے نیچے آجاؤں؟۔
(رومیو سیڑھی سے اتر کر نیچے آتا ہے)

جولیٹ:۔ کیا اے عاشق زار، میرے آقا، میرے سرتاج میری جان چلے گئے؟۔ دن کے ہر گھنٹے میں اپنی خیریت بھیجتے رہنا، میرے لئے تو ایک ایک منٹ کئی کئی دن ہوں گے، اس حساب سے تو جب پھر ملنا ہوگا میں بڑھیا ہو جاؤں گی۔

رومیو:۔ خدا حافظ اپنا سلام اور پیام شوق اور خیریت بھیجنے میں کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دونگا۔

جولیٹ:۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ پھر بھی ہم کبھی ملیں گے؟۔

رومیو:۔ مجھے تو اس میں ذرا بھی شبہ نہیں، اس وقت کی مصیبت اور مفارقت کا صلہ اس طرح ضرور ملے گا کہ پھر ملاقات ہو اور پیار کی باتیں ہوں۔

جولیٹ: خدا مار میرے ذہن میں کیسے برے خیالات آنے لگے ہیں؟۔ رومیو تم اس وقت نیچے کھڑے ہو مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ گویا تم قبر کی تہہ پر کھڑے ہو ممکن ہے میری نظر کام نہ دیتی ہو مگر تمہاری رنگت مجھے بالکل زرد معلوم ہو رہی ہے
۔

رومیو:۔ پیاری میرے عشق کا اعتبار کرو! مجھے تو تمہارا رنگ بھی زرد معلوم ہو رہا ہے۔ پیاری جولیٹ: ان آنسوؤں نے تو ہمارا خون چوس لیا۔ اچھا خدا حافظ خدا کے سپرد کیا۔

(چلا جاتا ہے)

پیاری جولیٹ: تقدیر، قسمت یا نصیب کہتے ہیں کہ تجھے ایک حالت پر قرار نہیں، ہمیشہ گردش میں رہتا ہے۔ اگر تجھے ثبات نہیں تو پھر کیوں ایسے شخص ک اساتھ دیتا جو عشق میں ثابت قدم ہے، اے تقدیر بے ثبات ت وگردش ہی میں رہ۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ مجھے زیادہ دن مفارقت نہ اٹھانی پڑے۔ اور اپنی گردش میں تو پھر اس کا دیدار کرے۔

بیگم کپولٹ:۔ بیٹی بیٹی تم جاگ اٹھیں؟۔

جولیٹ: یہ مجھے کون پکار رہا ہے، کہیں اماں جان تو نہیں ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ یا تو رات بھر جاگتی رہی ہیں یا اگر سوئی ہیں تو بہت سویرے اٹھ بیٹھی ہیں، معلوم نہیں کیا بات کہنی ہے جو یہاں آئی ہیں۔

(بیگم کپولٹ کمرے میں آتی ہیں)

بیگم کپولٹ:۔ جولیٹ کیسی ہو؟۔

جولیٹ: اماں جان جی کچھ اچھا نہیں ہے۔

بیگم کپولٹ:۔ تو کیا اپنے بھائی ٹائی بلٹ کے لئے رونا بند نہ ہوگا۔ کیا ارادہ ہے کہ مٹی سے نکال کر اپنے آنسوؤں سے اسے بیٹھی دھویا کرو گی۔ اگر اسے جلا لیتیں تو ممکن تھا کہ جلا لیتیں، جب یہ ممکن نہیں تو رونا دھونا بند کرو تھوڑا رنج ظاہر کرنے

سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت زیادہ تھی، اور جب رنج بہت ہی ظاہر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عقل کم ہے۔

جولیٹ:۔ مجھے تو بھائی ٹائی بلٹ اتنے یاد آتے ہیں کہ مجھے تو بس ان کے لئے رونے ہی دیجیے۔

بیگم کپولٹ:۔ ہاں بیٹی تو اس کی موت پر اتنا نہیں روتی جتنا کہ اس شیطان کے زندہ رہنے پر روتی ہے، جس نے غریب ٹائی بلٹ کو جان سے مارا ہے۔

جولیٹ:۔ اماں آپ کا مطلب کس شیطان سے ہے؟۔

بیگم کپولٹ:۔ وہی شیطان موذی رومیو۔

جولیٹ:۔ (علیحدہ کہتی ہے) شیطان یا موذی اب تو یہاں سے کوسوں دور ہے۔ خدا اسے معاف کرے، میں نے اسے دل سے معاف کیا جتنا مجھے اس کا غم رہتا ہے، کسی اور کا نہیں رہتا۔

بیگم کپولٹ:۔ وجہ اس کی یہی ہے نا کہ وہ دغاباز قاتل ابھی تک جیتا ہے۔

جولیٹ:۔ ہاں اماں جان اگر یہ ہاتھ اس تک پہنچ سکتے تو بھائی ٹائی بلٹ کی موت کا انتقام سوائے میرے دوسرا نہ لیتا۔

بیگم کپولٹ:۔ بیٹی فکر نہ کرو، ایک دن ہم ضرور اس سے اپنا بدلہ لیں گے، بس میری جان اب زیادہ نہ رو۔ منٹوا میں جہاں وہ پہنچ گیا ہے۔ میں ایک آدمی کہلا بھیجوں گی وہ اسے ایسا زہر پلائے گا کہ جہاں ٹائی بلٹ گیا ہے، وہیں وہ بھی جلدی سے پہنچ جائے گا پھر تو یقین ہے تیرے دل کو صبر آجائے گا۔

جولیٹ:۔ واقعی ہی جب تک رومیو کو نہ دیکھوں، چاہے اس کا مردہ ہی کیوں نہ

دیکھوں میرے دل کو قرار نہ آئے گا۔ میرا دل تو بھائی ٹائی بلٹ کی موت پر غم میں ایسا ڈوبا رہتا ہے کہ اماں جان اگر آپ کو وہاں کا کوئی آدمی معلوم ہو تو بتایئے میں ایک ایسا زہر تیار کر کے اس کے پاس بھیجوں گی کہ جس کے پیتے ہی آرام کی نیند سو جائے، اس دل کو اس نام کے سننے سے کتنی نفرت ہوتی ہے افسوس کہ میں اس تک نہیں پہنچ سکتی کہ اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ نکالوں۔

بیگم کپولٹ:۔ تم زہر تیار کرو، لے جانے والا میں پیدا کرتی ہوں لیکن بیٹی میں تو تجھے ایک خوشخبری سنانے آئی ہوں۔

جولیٹ:۔ زمانہ بھی ایسا ہی گزر رہا ہے کہ اس میں خوش ہونے کی ضرورت ہے اماں جان بتایئے کہ وہ کیا خوشخبری ہے؟۔

بیگم کپولٹ:۔ بیٹی تمہارے باپ کو اولاد کا بہت ہی خیال رہتا ہے اس لئے تیرے غم کو دور کرنے کے لئے انہوں نے ایک بڑی خوشی کا دن مقرر کیا ہے جس کی نہ مجھے توقع تھی نہ میں سمجھتی تھی کہ ایسا کوئی دن آنے والا ہے۔

جولیٹ:۔ پیاری اماں جان بتاؤ تو وہ کون سا خوشی کا دن ہے؟۔

بیگم کپولٹ:۔ پنجشنبہ کو صبح سویرے وہ خوشی کا وقت آنے والا ہے یعنی بہادر نوجوان پارس سینٹ پطرس کے گرجا میں بڑی مسرت کے ساتھ تمہیں اپنی دلہن بنائے گا۔

جولیٹ:۔ قسم ہے سینٹ پطرس کے گرجا اور خود سینٹ اور پطرس کی کہ وہ مجھے اپنی دلہن نہ بنا سکے گا۔ آپ کی اس جلدی پر حیرت ہے کہ میں ایک ایسے آدمی سے شادی کروں، جس نے آکر ابھی تک مجھ سے ملاقات تک نہیں کی۔ اور نہ کچھ بات

چیت مجھ میں اس میں ہوئی۔خدا کے لئے آپ ابا جان سے کہہ دیں کہ میں ابھی کسی سے شادی نہ کروں گی۔اور اگر کروں گی بھی تو قسم ہے سوائے رومیو کے کسی اور سے نہ کروں گی،اور یہ آپ جانتی ہی ہیں کہ مجھے اس سے کتنی نفرت ہے۔نواب پارس سے تو کبھی شادی نہ کرونگی۔واہ اماں جان آپ نے ابھی اچھی خوشخبری سنائی۔

بیگم کپولٹ:۔لو بیٹی وہ تمہارے باوا بھی آ گئے ہیں،جو کچھ کہنا ہے،ان ہی سے کہنا سن لو،اور یہ بھی دیکھ لینا کہ تمہارا جواب سن کر ان کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟۔

(امیر کپولٹ اور دایہ آتی ہے)

امیر کپولٹ:۔ جب سورج ڈوبنے کو ہوتا ہے تو شبنم ہلکے ہلکے گرتی ہے لیکن جب میرے عزیز ٹائی بلٹ کا آفتاب حیات غروب ہوا تو وہی شبنم مینہ کی طرح برسنے لگی۔ارے روتی لڑکی کیا تو ابھی تک رو رہی ہے؟۔آنسو کسی طرح نہیں تھمتے۔اس تن زار ونحیف میں تیری مثال تو ایک سمندر،سفینے اور طوفان کی ہو گئی۔تیری آنکھیں جنہیں میں سمندر کہوں گی ابھی تک ان میں اشکوں کا مدو جزر جاری ہے،جہاز تیرا جسم ہے جو نمکین پانی کی موجوں پر رواں ہے اور تیری آہوں نے ایک طوفان اٹھا رکھا ہے۔تیرے آنسو آہوں سے مل کر اور آئیں اشکوں کی شریک ہو کر بلا وقفہ پیدا کیے،تیرے اس جسم طوفان خوردہ کی کشتی کو الٹ دیں گے۔کہو بیگم تم نے اسے ہمارا حکم سنا دیا؟۔

بیگم کپولٹ:۔ جی ہاں سنا تو دیا مگر اسے تو شادی کرنا ہی منظور نہیں یوں تو وہ آپ کی بہت شکر گزار ہے مگر بے وقوف ہے،نادان ہے کہتی ہے شادی کروں گی

بھی تو اپنی قبر سے کروں گی۔

کپولٹ:۔ بیوی کیا بکتی ہو خدا جانے میں تمہارا مطلب ٹھیک بھی سمجھا ہوں یا نہیں؟۔ کیا کہتی ہے کہ شادی نہیں کرے گی یعنی ہمارے احسانات ماننے سے انکار ہے، اسے غرور نہیں کہتے تو کیا کہتے ہیں کیا اس بات کو وہ اپنے حق میں اچھا نہیں سمجھتی کہ باوجود نالائق ہونے کے ہم نے ایک لائق آدمی کو نوشہ بننے کے لئے تیار کرلیا ہے۔

جولیٹ:۔ یہ جو کچھ آپ نے کیا، مجھے اس پر بالکل فخر و ناز نہیں ہوسکتا، البتہ میں آپ کی منت گزار ضرور ہوں۔

کپولٹ:۔ ارے تو بڑی ہندی کی چندی نکالنے لگی، یہ بات ہی کیا ہوئی کہ فخر نہیں کرتی شکر گزار ہوں بھی اور نہیں بھی ہوں اور اس پر بھی کسی بات پر فخر نہیں ہے۔ارے نالائق ناہنجار کیا ہمیں تو اپنی شکر گزاری کا محتاج سمجھتی ہے؟۔ تیرے فخر کو پوچھتا کون ہے۔ خیر یہ جو کچھ بھی ہو، مگر پنج شنبہ کے دن پارس کے ہمراہ سینٹ پطرس کے گرجا میں جانا پڑے گا اور جو آپ سے نہ گئی تو پھونس کی ٹٹی پر مجرموں کو ڈال کر سزا دینے کے لئے گھسیٹتے لے جاتے ہیں۔اور تجھے بھی گھسیٹتا ہوا لے جاؤں گا۔ نالائق، بے شرم مجہول، نابکار، بیمار چھوکری، کوڑے کا ڈھیر میرے سر پر بیٹھے بٹھائے کا بوجھ۔

بیگم کپولٹ:۔ ہائے ہائے کیا کہہ رہے ہو، کچھ دیوانے تو نہیں ہوگئے۔

جولیٹ:۔ میرے اچھے بابا جان میں آپ کے قدموں پر سر رکھ کر کہتی ہوں کہ جو کچھ مجھے کہنا ہے، اسے صبر سے سن لیں۔ مجھے کچھ زیادہ عرض نہیں کرنا صرف

ایک بات کہنی ہے۔

کپولٹ: ۔دور رہو، نالائق، نامراد، نافرمان، بس کہے دیتا ہوں کہ پنج شنبہ کے دن گر جا جانا ہوگا اگر نہ گئی تو پھر مجھے اپنی صورت نہ دکھائیو، خبردار جو زبان کھولی یا جواب دیا، دیکھ میرا ہاتھ کھجانے لگا ہے۔بیوی جب خدا نے ہمیں یہی ایک بچہ دیا تھا تو ہم نہیں سمجھتے تھے کہ خدا کی برکتیں ہمیں کافی ملی ہیں، مگر یہ ایک تو بہت سوں سے بھی زیادہ نکلی، یہ ہمارے ہاں کیا ہوئی کہ خدا کا غضب ٹوٹ پڑا، یہ مردار تو کھوٹا سکہ نکلی اوپر چاندی اندر تانبا۔

دایہ: ۔خدا جو سب سے اوپر ہے، اس بچی پر رحم کرے! سارا قصور آپ کا ہے کہ آپ اس طرح اس کی فضیتیاں کر رہے ہیں۔

کپولٹ: ۔لو یہ عقل کی پڑیا بھی بیچ میں بول اٹھی۔خبردار جو زبان کھولی جا اپنی بڈھی ٹھیڑیوں میں گپ شپ ہانک یہاں بولنے کا تیرا کام نہیں۔

دایہ: اے ہے میں نے کوئی بری بات تو کہی نہیں۔

کپولٹ: ۔بس بس سلام دور رہو۔

دایہ: ۔تو پھر کیا کوئی بات بھی نہ کرے۔

کپولٹ: ۔ارے بڑھیا! عقل کی دشمن! یہ بات تو جب اپنی ڈھڈو ہم جولیوں سہیلیوں میں زردہ کھانے بیٹھے اس وقت کہیو یہاں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

بیگم کپولٹ: ۔بھلا اتنا غصہ کرنے سے کیا حاصل ہے؟۔

کپولٹ: ۔مجھے تو اس بات نے پاگل بنا دیا ہے کہ کوئی وقت میرا دن ہو یا رات گھڑی ہو یا پہر کام ہو یا کھیل اکیلا ہوں یا کوئی ساتھ ہو اس فکر سے خالی نہیں رہتا

کہ اس کی شادی کسی معقول جگہ کرا دوں اور جب ایک حسب نسب کا، کھرا دھن دولت والا جوان، عمدہ تعلیم وتربیت یافتہ، جس میں ہر طرح کی خوبیاں موجود ہیں ایسا شریف کہ ہر انسان اس کی خواہش کرے ہاتھ لگا تو یہ احمق بے وقوف بنو چاند سی فرماتی ہیں کہ میں تو کسی سے شادی ہی نہیں کرونگی، میں تو اس سے محبت نہیں کر سکتی۔ میں تو ابھی بہت ہی کم سن ہوں، مجھے تو آپ معاف ہی رکھیں، تو سن لے احمق! اگر تو نے شادی نہیں کی تو میں تجھے بالکل ہی معاف کر دوں گا، جہاں گھاس ملے، وہیں چر میرا گھر اب تیرے رہنے کو نہیں ہے۔ سمجھ لے سوچ لے اسے مذاق خیال نہ کیجیو۔ پنجشنبہ قریب آ رہا ہے، دل پر ہاتھ رکھ کر کہنا ماں اگر تو میری بیٹی ہے تو میں اپنے دوست ہی کو دوں گا۔ اگر تو میری اولاد نہیں ہے تو جہاں تیرا جی چاہے وہاں رہ، جا بھیک مانگ، بھوکی مر گلیوں میں پڑی کہیں مر جا قسم ہے اپنی جان کی میں تجھے اب کبھی اپنی بیٹی نہ سمجھوں گا، اور جو میرے اپنے ہیں وہ تیرے ساتھ کبھی کوئی بھلائی نہیں کریں گے۔ بس یقین جان کہ اچھی طرح سوچ سمجھ لے، میں اپنی بات سے ٹلنے والا نہیں۔

جولیٹ:۔ ہائے کوئی میرے سر پر رحم کرنے والا ایسا نہیں جو میرے رنج والم کی تہہ کو دیکھ لے۔ اچھی اماں پیاری تم تو مجھے نہ چھوڑو اس شادی کو ایک مہینے ایک ہفتے تک ہی ملتوی کروا دو، اگر یہ ممکن نہیں تو گورستان میں جہاں ٹائی بلٹ کی تازی قبر ہے وہیں میری شادی کی سیج بچھانا۔

بیگم کیپولٹ:۔ بس مجھ سے بات نہ کر مجھے اب تجھ سے کچھ واسطہ نہیں تیرا جو جی چاہے وہ کر۔

(بیگم کپولٹ چلی جاتی ہے)

جولیٹ:۔ جب تک میرا شوہر زمین سے رخصت ہو کر آسمان پر نہ پہنچے اور میرے ایمان کو میرے پاس زمین پر نہ بھیجے دایہ تم ہی کچھ صلاح دو کچھ تسلی دو، افسوس صد افسوس، یہ فلک مکار بھی مجھ جیسی نحیف وناتواں عورت سے چالیں چلتا ہے۔دایہ تم کیا کہتی ہو؟۔ کیا تمہارے پاس میری تسلی وتشفی کے لئے کچھ کہنے کو نہیں؟۔

دایہ ہاں ایک بات سمجھ میں آتی ہے، رومیو کو دیس نکالا مل چکا ہے، اتنی ہمت اب اس میں کہاں کہ باز پرس کرنے یہاں آئے، اگر ایسا کیا بھی تو چوری چھپے ہوگا بس سب باتوں کا لحاظ کر کے کہتی ہوں کہ تم کاؤنٹ پارس سے بیاہ کرلو،وہ تو بڑی ہی اچھی شکل وصورت ک اشریف ہے۔رومیو تو اس کے آگے میلی کچیلی رکابیاں پونچھنے کا دست مال معلوم ہوتا ہے، آنکھیں اس کی کیا بتاؤں عقاب سے بھی زیادہ تیز ہیں۔اور بڑی ہی دل کش ہیں۔اگر یہ دوسری شادی پہلی شادی سے بہتر نہ نکلے تو مجھ پر جیسی جی چاہے لعنت بھیجنا۔کیونکہ پہلے سے یہ دوسرا بہت اچھا ہے اگر یہ نہ ہو تو پہلا تو مر ہی چکا ہے اگر مرا نہیں تو مرنے کے برابر سمجھو جیتا بھی ہو تو تمہارے کس مصرف کا؟۔

جولیٹ:۔دایہ کیا باتیں دل سے کہہ رہی ہو؟۔

دایہ:۔ہاں بیگم دل اور جان دونوں سے، اگر یہ نہ ہو تو پھر دونوں پر لعنت بھیجنا۔

جولیٹ:۔آمین!

دایہ:۔یہ کیا کہا؟۔

جولیٹ:۔دایہ تم نے میری خوب تسلی کی بس ذرا اندر جاؤ اور گھر والی سے کہہ دو کہ باپ چونکہ ناراض ہو گئے ہیں، میں پادری لارنس کے پاس جاتی ہوں کہ اپنے گناہوں کا اقرار کرکے ان کی معافی کی تدبیر پوچھوں۔

دایہ:۔اچھا میں ابھی جا کر کہتی ہوں۔یہ بات تو تم نے بڑی عقل کی کہی۔

جولیٹ:۔اری بڑھیا، بھتنی شیطان کی خالہ! مجھے صلاح دیتی ہے کہ میں اپنے رومیو کو چھوڑ دوں بھلا اس سے بدتر گناہ اور کیا ہو سکتا ہے مردار اسی زبان سے میرے شوہر کو برا کہتی ہے، جس سے ہزاروں دفعہ اسکی تعریف کہہ چکی ہے۔کہ اس کے برابر کوئی دوسرا نہیں۔اچھا بھئی میر مشیر، صلاح کار اب تم یہاں سے دفع ہو اب میرا تمہارا دل کبھی ایک نہ ہوگا۔اب تو میں پادری کے پاس جا کر اپنے مرض کی دوا پوچھتی ہوں، اور اگر اس نے کچھ نہ بتایا تو پھر اپنی جان لینا تو اپنے اختیار میں ہے۔

(چلی جاتی ہے)

جزو رابع

پہلا منظر

(پادری لارنس کا حجرہ)

(لارنس اور کاؤنٹ پارس آتے ہیں)

لارنس:۔کیا پنج شنبہ کو فرماتے ہیں؟۔وقت بہت کم رکھا ہے۔

پارس:۔امیر کپولٹ اسی پر اصرار کرتے ہیں،اور میں بھی اس عجلت کو کم کرنے پر آمادہ نہیں ہوں۔

لارنس:۔آپ نے یہ بھی تو فرمایا تھا کہ اس لڑکی کے دل کا حال آپ کو معلوم نہیں یہ تو بڑی بے قاعدہ سی بات معلوم ہوتی ہے میں اسے پسند نہیں کرتا۔

پارس:۔وہ لڑکی ٹائی بلٹ کی موت پر بے حد روتی ہے،یہی وجہ ہے کہ میں اس سے پیار اخلاص کی بات نہ کر سکا۔غم کے گھر میں ان چیزوں سے کیا تعلق؟۔

لڑکی کے والدین اپنی بیٹی کی اس حالت کو خطرناک سمجھتے ہیں،کہ وہ تنہائی میں بیٹھی اتنا غم کرتی ہے،اسی خیال سے وہ شادی کا جلد ہونا بہتر سمجھتے ہیں۔تاکہ اس وقت کا رنج شادی کے بعد اور مشغلوں سے دور ہو جائے،اب تو آپ کو اس عجلت کی وجہ معلوم ہوگئی۔

لارنس (علیحدہ کہتا ہے) کاش مجھے اس بات کا علم نہ ہوتا کہ اس شادی میں تاخیر کرنی کیوں مناسب ہے؟۔ دیکھئے وہ لڑکی بھی میرے حجرے کی طرف آرہی ہے۔

(جولیٹ آتی ہے)

پارس:۔ خوب ملاقات ہوئی میری بیگم، میری بیوی۔

جولیٹ:۔ بیوی تو جب کسی کی ہو جاؤں گی شاید اس وقت آپ کا یہ جملہ درست ہوگا۔

پارس:۔ شاید کیسا آپ کو تو مجھ سے بیاہ کرنا ہی پڑے گا۔ پیاری پنج شنبہ کے روز ضروری ضروری۔

جولیٹ:۔ تقدیر کا لکھا ہر حال میں پورا ہوگا۔

لارنس:۔ نہایت صحیح قول ہے۔

پارس:۔ کیا آپ پادری کے سامنے اپنے گناہوں کو بیان کرنے آئی ہیں؟۔

جولیٹ:۔ اس کا جواب تو یہی ہوسکتا ہے کہ کیا آپ کے سامنے اعتراف عصیاں کروں؟۔

پارس:۔ جب آپ اپنے گناہ بیان کیجیے تو یہ کہنا نہ بھولنا کہ تمہیں مجھ سے عشق ہے۔

جولیٹ:۔ میں تو یہی کہوں گی کہ مجھے کسی سے عشق ہے۔

پارس:۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ میں ہی ہوں۔

جولیٹ:۔ اگر میں نے ایسا کہا تو پھر اس عشق کی قدر اور زیادہ ہونی چاہیے

کیونکہ یہ بیان آپ کی عدم موجودگی میں کیا جائے گا۔

پارس: ۔پیاری جان یہ رو رو کر تم نے صورت کیسی بگاڑ لی ہے۔

جولیٹ: ۔آنسوؤں کا اس میں کیا قصور صورت پہلے ہی کونسی اچھی تھی؟۔

پارس:، ایسا کہنے میں تو آپ آنسوؤں سے زیادہ اپنی صورت کے ساتھ بے انصافی کرتی ہیں۔

جولیٹ: ۔آپ کا فرمانا غلط نہیں، میں نے جو کچھ کہا اپنی صورت کی نسبت کہا۔

پارس: ۔یہ صورت تو اب میری ہے گویا آپ نے میری صورت کو برا کہا۔

جولیٹ: ۔ممکن ہے ایسا ہی ہو کیونکہ یہ صورت خود میری نہیں ہے۔پادری اس وقت آپ کو فرصت نہ ہو تو پھر شام کو عبادت کے وقت حاضر ہوں۔

لارنس:، بیٹی مجھے اس وقت فرصت ہے (پارس سے کہتا ہے) جناب والا اس وقت ہم تنہائی چاہتے ہیں۔

پارس:، خدا نہ کرے کہ میں کسی کی عبادت میں حارج ہوں، جولیٹ پیاری پنج شنبہ کو میں صبح ہی تمہیں جگانے آؤں گا۔اس وقت تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں (چلا جاتا ہے)

جولیٹ: ۔دروازہ بند کر لیجیے اور جب وہ بند ہو جائے تو میرے ساتھ بیٹھ کر روئیے، مجھے اپنی نسبت اب قطعی امید نہیں رہی اب نہ میرے اس مرض کا کوئی علاج ہے اور نہ ہی کوئی مدد کر سکتا ہے۔

لارنس: ۔جولیٹ: مجھے تمہاری مصیبت معلوم ہے میری عقل مطلق کام نہیں دیتی کہ اب کیا کرنا چاہیئے؟۔سنتا ہوں کہ تمہیں بہر کیف یہ شادی کرنا پڑے گی اور

اب کوئی چیز اسے روک نہیں سکتی، اسی پنج شنبہ کو تمہاری شادی نواب پارس سے ہو جائے گی۔

جولیٹ:۔ پادری آپ مجھ سے ایسا نہ فرمائیں کہ آپ ایسا سنتے ہیں صرف یہ بتائیے کہ یہ شادی رک بھی سکتی ہے یا نہیں؟۔ اس بارے میں اگر آپ کی عقل میری مدد نہیں کر سکتی، تو پھر جو کچھ سوچا ہے اسے مقتضائے عقل بتائیے اور اس خنجر سے میں اپنی اس وقت مدد کرتی ہوں۔ دلوں کو تو خدا نے جوڑا تھا، اور ایک کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں آپ نے دیا ہے اور یہی ہاتھ جو آپ نے رومیو کے ہاتھ میں دیا تھا، اس سے میں اب دوسرا کام لیتی ہوں، یہ امکان میں نہیں کہ یہ دل بے وفائی کر کے دوسرے کا ہو جائے، میں اس دل اور ہاتھ دونوں کا کام تمام کر دوں گی۔ بس اب آپ اپنی عقل اور تجربے سے مجھے صلاح دیں، ورنہ آپ سمجھ لیں کہ حالت مجبوری میں یہ خنجر ہوگا اور میں ہوں گی اور یہی خنجر اس بات پر گواہی دے گا کہ باوجود تجربے، عقل اور فرزانگی کے یہ نہ ہوا کہ آپ عزت و آبرو کے ساتھ اس معاملے کا فیصلہ کرا دیتے۔ جواب میں تاخیر نہ کیجیے اور جواب میں آپ نے جو کچھ فرمایا اگر وہ میری مرض کی دوا نہ ہوا تو پھر سمجھ لیں کہ شدت بیقراری کے ساتھ میں موت کی منتظر ہوں۔

لارنس بیٹی ذرا تو خاموش رہو، ایک بات سمجھ میں آتی ہے، جس سے کچھ مختلف سی امید پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر اس کام پر عمل کرنا بھی ایسا ہی شدت سے سخت ہے جیسے کہ تیری اس شادی کو روکنا۔ وہ کام مرنے کے برابر ہوگا۔ مگر تیری شرم رکھ لے گا مرنے پر تو تو نے پہلے ہی کمر باندھی ہوئی ہے، لیکن میں تجھے ایک علاج بتاتا

ہوں۔

جولیٹ:۔پارس سے شادی کرنے کی بجائے آپ مجھ سے یہ کہیں کہ سامنے کی اونچی پہاڑی سے نیچے کود پڑ تو مجھے آپ کا حکم بجالانے میں مطلق تامل نہ ہوگا۔اگر آپ کا حکم ہوا کہ میں ایسے راستے پر چلوں جہاں چور اور خونی قاتل چلتے ہیں تو میں وہاں چلنے پر تیار ہوں اگر آپ سانپ اور بچھوؤں پر بھی چلنے کو کہیں گے تو بھی مجھے انکار نہ ہوگا۔پھاڑتے شیروں کے ساتھ آپ مجھے زنجیروں میں باندھ دیجیئے گا تو بھی میں دریغ نہیں کرونگی۔ہاں اگر آپ مجھے کسی تنگ و تاریک قبر میں بند ہو جانے کو بھی کہیں گے جہاں مردوں کی سوکھی کھڑکھڑاتی ہڈیاں اور زرد زرد کھپریاں جن میں آنکھوں کی جگہ خالی حلقے ہوں گے، کثرت سے پڑی ہوں گی یا اگر آپ کہیں گے کہ کسی تازی قبر میں مردے کے ساتھ اس کا کفن اوڑھ کو پڑ رہوں تو بھی مجھے عذر نہ ہوگا۔ایسی باتیں جنہیں سن کر وحشت سے زار زار رونے لگوں ان کے کرنے پر بھی بلاخوف وتذبذب تیار ہوں تاکہ اپنے شوہر کی پاک دامن بیوی بن کر جیوں۔

لارنس:۔ارے یہی بات ہے اور پکی ہے تو اپنے گھر جاؤ خوش اور چونچال اپنے تئیں ظاہر کرو، کاؤنٹ پارس سے شادی پر راضی ہو جاؤ۔کل پنج شنبہ، آج شب کو تم اپنی خوابگاہ میں تنہا رہنا، اس کا خیال رہے کہ کوئی اور وہاں نہ ہو۔اور اپنی دایہ کو اپنے قریب سونے دینا۔اچھا بس یہ شیشی اپنے پاس رکھو، جب سونے لیٹو تو جس کچھ اس میں ہے اسے پی لینا، پیتے ہی جسم کی تمام رگوں اور نسوں میں ایک طرح کی خشکی پیدا ہو کر تم پر غنودگی طاری کر دے گی، خون کا دوران بند ہو جائے

گا، جسم پر گرمی یا سانس چلتا محسوس نہ ہوگا اور کوئی علامت بھی ایسی باقی نہیں رہے گی جس سے لوگ سمجھیں کہ تم زندہ ہو، رخساروں اور لبوں کا یہ گلاب سا رنگ مٹ کر بالکل مٹی کا سا رنگ معلوم ہونے لگے گا۔ پپوٹے آنکھوں پر آ جائیں گے حالت بالکل موت کی سی ہو جائے گی، گویا کہ دنیا میں اپنے دن پورے کر کے چل بسی ہو، عضا کے جوڑوں میں لوچ اور حرکت کی جگہ سختی اور اکڑا پن پیدا ہو جائے گا۔ بالکل جیسے کہ مردے میں ہوتا ہے۔ اور موت کی اس برائے چند مشابہت میں تم بیالیس گھنٹے رہو گی، اس کے بعد تم اس طرح بیدار ہو گی جیسے کوئی اچھا خواب دیکھ کر جاگے، اچھا کل صبح جب پارس دولہا بنا تمہیں گرجا گھر لے جانے کو جگانے آئے گا، تو تم اپنے بستر پر مردہ پڑی نظر آؤ گی۔ پھر جیسا کہ **ملک** کا دستور ہے، تمہیں نہایت پر تکلف لباس پہنا کر یونہی کھلا کسی چیز پر رکھ کر اس گورستان میں لے جائیں گے۔ جہاں کپولٹ کے بزرگ اپنے اپنے تابوتوں میں آسودہ ہیں۔ یہاں تو یہ سب کچھ ہوتا رہے گا اور میں اپنا ایک آدمی رومیو کے پاس اس کے نام کا ایک خط دے کر روانہ کردوں گا کہ وہ فوراً یہاں آئے اور پھر میں اور وہ دونوں دیکھنے جائیں گے، کہ تم کب بیدار ہوتی ہو؟۔ جب تم جاگ اٹھو گی تو رومیو تمہیں اسی رات کو منٹوا لے جائے گا، اور اس طرح اس وقت کی بے عزتی سے نجات ملے گی، مگر شرط یہ ہے کہ کسی قسم کا تذبذب یا عورتوں کا سا خوف تمہاری ہمت کو اس کام میں پست نہ کرے۔

جولیٹ:۔ اچھے پادری! وہ شیشی آپ مجھے فوراً دے دیں، آج کسی کے ہاتھ تمہارے شوہر کو خط بھیجتا ہوں،

جولیٹ:۔اے عشق مجھے طاقت دے اور طاقت تو میری مدد کر اے تسیس پاک نہاد اب میں آپ سے رخصت چاہتی ہوں۔

(چلی جاتی ہے)

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

دوسرا منظر

(کپولٹ کے مکان کا بڑا کمرہ)

(امیر کپولٹ، بیگم کپولٹ اور دایہ آتے ہیں)

امیر کپولٹ:۔ جس قدر مہمان اس پرچے میں لکھے ہیں، انہیں تلاش کر کے اس تقریب کی دعوت دو۔

(پہلا خدمتگار چلا جاتا ہے)

اور ہاں تم سنتے ہو بیس اعلیٰ درجہ ہشیار باورچی اپنے ساتھ لانا۔ دوسرا خدمتگار حضور باورچی ایک بھی خراب نہ ہوگا، سب ایسے لیجیے گا کہ پکانے میں کھانے چکھتے بھی جائیں اور انگلیاں بھی چاٹتے جائیں۔

کپولٹ:۔ کھانا چکھنے اور انگلیاں چاٹنے کا حال تمہیں کیسے معلوم ہوا؟۔

دوسرا خدمت گار:۔ واللہ حضور باورچی کس کام کا جو پکتے کھانے چکھ کر انگلیاں چاٹتا نہ رہ جائے، ایسا باورچی جس میں یہ خوبی نہ ہو میرے کسی کام کا نہیں، اور نہ ایسا آدمی میں لاؤں۔

کپولٹ:۔ اچھا جاؤ۔

اس مرتبہ تو ہم کچھ بندوبست ہی نہیں کر سکتے کہ بیٹی پادری لارنس کے پاس گئی ہے نا؟۔

بیگم کپولٹ:۔ جی ہاں وہیں گئی ہے۔

کپولٹ:۔ ممکن ہے پادری اسے راہ راست پر لائے۔

دایہ:۔ وہ دیکھیے بیٹی خوش خوش پادری سے مل کر آ رہی ہے۔

کپولٹ:۔ کہو بیٹی کہاں ماری ماری پھرتی ہو؟۔

جولیٹ:۔ جی وہاں گئی تھی جہاں آپ کی نافرمانی اور آپ کی نصیحتوں کی مخالفت کر کے جو گناہ کمایا تھا، اسے معاف کرالوں، اب میں اس پاک نفس پادری کے کہنے کے مطابق اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ کر کہتی ہوں کہ میرا قصور معاف کیا جائے، اور عرض کرتی ہوں کہ آج سے میں آپ کی اطاعت گزار اور تابع دار بیٹی رہوں گی۔

کپولٹ:۔ کوئی جائے اور نواب پارس کو یہاں بلا لائے۔ جاؤ اور ان سے کہو کہ کل صبح اس تقریب عقد سے بالکل فارغ ہو جائیں گے۔

جولیٹ:۔ میں نے اس خوبرو نوجوان پارس سے لارنس کے حجرے میں ملاقات کی تھی اور میں نے نہایت معقول طریقے سے پوری شرم وحیا کے ساتھ اپنی محبت اس پر ظاہر کر دی ہے۔

کپولٹ:۔ ہاں میں یہ سن کر بہت خوش ہوا یہ جو کچھ ہوا بہت اچھا ہوا۔ واہ کیا بات ہے جو بات ہونی چاہیے تھی وہی ہوئی۔ اب مجھے نواب پارس سے ملاقات کرنی ضروری ہے، ہاں ہاں جاؤ انہیں یہیں بلا لاؤ خدا شاہد ہے یہ نیک اور پارسا پادری تو سارے شہر کے حق میں ایک برکت ہے تمام شہر اس کا احسان مند ہے۔

جولیٹ:۔ دایہ آؤ میرے ساتھ میرے کمرے میں چلو کہ زیوروں میں سے

کون سا زیور کل پہننے کو نکالوں؟۔

بیگم کپولٹ :۔نہیں پنج شنبہ تک کچھ نہیں ہوگا ابھی تو بہت وقت پڑا ہے۔

کپولٹ :۔نہیں دایہ! تم جولیٹ کے ساتھ جاؤ، ہم کل صبح ہی گرجا جائیں گے۔

(دایہ اور جولیٹ چلی جاتی ہے)

بیگم کپولٹ :۔شاید پورا سامان نہ ہوسکے، اب تو رات ہو چلی۔

کپولٹ :۔کیا کہتی ہو؟۔ میں ابھی اٹھ کر سب کچھ ٹھیک کیے دیتا ہوں۔بیوی تم مجھے سمجھتی کیا ہو؟ دایہ تم جولیٹ کے پاس جاؤ اسے بناؤ سنگار کراؤ مجھے تو آج رات کی نیند حرام ہے۔گھبراؤ نہیں میں سب کچھ کرلوں گا، آج تو مجھے ہی گھر والی بن جانے دو ارے کچھ سنا تم نے، کیا سب ہی چل دیے؟ ۔تو لو میں خود ہی نواب پارس کے پاس پیدل جاؤں گا تا کہ اسے کل کے لئے تیار کردوں۔آج تو طبیعت بہت ہی سبک معلوم ہوتی ہے کہ یہ سرکش لڑکی کس طرح راہ راست پر آ گئی۔

(چلا جاتا ہے)

تیسرا منظر

(جولیٹ کا کمرہ)

(جولیٹ اور دایہ آتی ہیں)

بیگم کپولٹ:۔ کہو سب اپنے اپنے کام سے لگی ہو؟ میری تو ضرورت نہیں؟۔

جولیٹ:۔ اماں جان آپ کی ضرورت نہیں ہم نے تو پہننے کی ساری ضروری چیزیں خود ہی نکالیں بس اب آپ مجھے اکیلا کام کرنے دیجیے اور دایہ بھی آج رات کو آپ ہی کے پاس رہیں گی آپ کو تو ابھی بہت سے کام کرنے کو ہیں۔ یہ بات ہی کچھ ایسی جلدی پیش آئی۔

بیگم کپولٹ:۔ اچھا بیٹی خدا حافظ، خدا کو سونپا، اب پلنگ پر جا کر آرام کرو۔

(بیگم کپولٹ اور دایہ چلی جاتی ہیں)

جولیٹ:۔ اماں جان، خدا حافظ، خدا کے سپرد، اب کب ملنا ہو اس کا حال تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ میری تو رگ رگ میں خوف کی ایک لہر سی دوڑتی چلی جاتی ہے اور میرا خون برف کی طرح ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ کیا پھر انہیں پاس بلا لوں کہ دل کو تسکین ہو، دایہ مگر وہ یہاں آ کر کیا کرے گی؟۔ اب تو جو کچھ کرنا ہے مجھ اکیلی کو کرنا ہے۔ اے شیشی اگر یہ دوا کارگر نہ ہوئی تو کل صبح شادی ہو جائے گی نہیں نہیں یہ دوا ایسی نہیں ہے کہ شادی ہونے دے گی، خنجر تو یہاں رہ۔

(خنجر کو پاس رکھ لیتی ہے)

اگر اس شیشی میں کوئی زہر ہوا جو پادری نے چالاکی سے مجھے جان سے مارنے کے لئے بھر رکھا ہے کیونکہ کل وہ شادی ہونے والی ہے جس میں اس پادری کی سخت آبرو ریزی ہوگی وجہ یہ ہے کہ یہی پادری میری شادی پہلے رومیو سے کر چکا ہے۔ ڈرتی ہوں کہ کہیں اس شیشی میں زہر نہ ہو لیکن نہیں ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ اس پادری کو ہمیشہ نیک اور پارسا سمجھا گیا ہے۔ اچھا جب میں اس سے پیکر مردہ ہوگئی اور اپنے بزرگوں کے پرانے مقبرے میں رکھ دی گئی جہاں تازی ہوا کے پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں، چاروں طرف سے وہ جگہ بند ہے، تو رومیو کے آنے سے پہلے میرا کیسا دم گھٹے گا؟ اس حال میں زندہ رہنا کیسے ممکن ہوگا؟ پھر موت اور رات کے اندھیرے کا خیال اور اس کے ساتھ اس تاریک مقبرے کا خوف جس میں صدہا برس سے میرے بزرگ دفن ہوتے آئے ہیں۔ ان کی ہڈیاں وہاں موجود ہوں گی اور وہ خونی قاتل ٹائی بلٹ اپنی تازی قبر میں کفن میں لپٹا پڑا ہوگا اور لوگ یہ بھی تو کہتے ہیں کہ ان مقبروں میں روحیں ملاقات کرنے آتی ہیں۔ یہ سب کچھ ہوا تو ہائے ڈر کے مارے میرا کیسا بڑا درجہ ہوگا؟۔ جب میں جاگوں گی تو ہر طرف کیسی سخت بدبو ہوگی اور ہائے کس بلا کی چیخیں وہاں سنوں گی اور جو وہ مردے جن کے اوپر کے

دھڑ لنج کے اور نیچے کے دھڑ آدمی کے سے ہوتے ہیں، اپنی اپنی قبروں سے گھسیٹ کر نکالے جائیں گے، جن کی چیخوں کو سن کر لوگ کہتے ہیں کہ آدمی پاگل ہو جاتے ہیں اگر اس حال میں جاگی اور وہاں چاروں طرف یہ سب بلائیں ہوئیں

تو ہائے اس وقت میرا کیا حال ہوگا؟۔ کہیں دیوانی ہوکر اپنے بزرگوں کی ہڈیوں سے نہ کھیلنے لگوں، زخمی ٹائی بلٹ کو اس کے کفن میں سے گھسیٹ لوں۔ اگر میری ان حرکتوں پر کسی مردے کو غصہ آیا اور اس نے اپنے کسی دادا پردادا کی ہڈی اٹھا کر ڈنڈے کی طرح پیٹ کر میرا سر پاش پاش کر دیا۔ ہاں دیکھو تو میرے عزیز ٹائی بلٹ کی روح رومیو کو جس کی تلوار نے اس کا خون کیا تھا کس طرح ڈھونڈتی پھرتی ہے۔ ٹائی بلٹ ٹھہر جا دم لے آگے نہ بڑھ۔ رومیو میں آتی ہوں اور دیکھ تیرا جام صحت نوش کرتی ہوں۔

(جولیٹ دوا پیتی ہے اور پردوں میں اپنے پلنگ پر آتے ہی گر جاتی ہے)

چوتھا منظر

(کپولٹ کے مکان کا بڑا کمرہ)

(بیگم کپولٹ اور دایہ آتی ہیں)

بیگمکپولٹ:۔دایہ یہ کنجیاں لو اور کوٹھری کھول کر گرم مصالحہ نکال دو۔

دایہ:۔بیگم صاحبہ! مٹھائیاں جہاں تیار ہو رہی ہیں، وہاں کشمش اور کھجوریں مانگ رہے ہیں۔

(امیر کپولٹ آتا ہے)

امیر کپولٹ:۔واہ واہ شاباش! کام جی لگا کر کیے جاؤ مرغا دوسری دفعہ بانگ دے چکا ہے اور کرنیو کا گھنٹہ بھی بج چکا ہے۔رات کے تین بجے ہیں انجلیکہ! ذرا ان کھانوں کا خیال رکھنا جو تنور میں تیار ہو رہے ہیں، کھانے سب خوش ذائقہ ہونے چاہییں، لاگت کی پرواہ نہیں۔

دایہ:۔سرکار آج تو بڑے کام کاجی بن رہے ہیں خیر سے جا کر سورہیں کہیں خدا نخواستہ جاگنے سے کل کو بیمار نہ پڑ جائیں۔

امیر کپولٹ:۔بیمار پڑنے کی بھی خوب کہی آج سے پہلے اس سے کہیں چھوٹے چھوٹے کاموں میں رات بھر جاگا ہوں اور بیمار نہیں پڑا۔

بیگم کپولٹ:۔ہاں ایک زمانے میں تم تو بڑے جا گیا تھے کس کس کے پیچھے نہیں

پھرے۔لیکن اب ان کاموں کے لئے میں تمہیں جاگنے نہ دوں گی۔

(بیگم کپولٹ اور دایہ چلی جاتی ہے)

امیر کپولٹ:۔یہ کہو نا کہ پرانا جلاپا ابھی تک نہیں گیا۔

(تین چار نوکر بڑے بڑے ٹوکرے اور لکڑیوں کے بڑے بڑے کنڈے اٹھائے آتے ہیں)

ارے یہ کیا؟۔

نوکر:۔حضور یہ سامان باورچیوں کے لئے ہے مجھے نہیں معلوم کہ ٹوکروں میں کیا بھرا ہے؟۔

امیر کپولٹ:۔خیر جو کچھ بھی ہو جلدی کرو جلدی۔

(پہلا نوکر چلا جاتا ہے)

ارے میاں لکڑیاں سوکھی لاؤ سوکھی، پطرس کو بلا کر پوچھو کہ سوکھی لکڑیاں کہاں رکھی ہیں؟۔

دوسرا نوکر:۔سرکار مجھ میں اتنی سمجھ ہے کہ سوکھی لکڑیاں جہاں ہوں انہیں ڈھونڈ لاؤں پطرس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔

(چلا جاتا ہے)

امیر کپولٹ:۔بھئی بات ٹھیک کہہ گیا ہے بس لکڑی کا کندہ ہی رہے گا ہائیں واللہ یہ تو دن نکل آیا نواب پارس باجے گاجے کے ساتھ اب آتا ہی ہوگا۔ایسا ہی اس نے کل کہا تھا تاشوں کی آواز تو آنے لگی۔

(اندر سے تاشوں کی آواز آتی ہے)

(دایہ پھر آتی ہے)

دایہ:۔ جاؤ جولیٹ کو جگاؤ، بناؤ سنگار کراؤ، میں اتنی دیر میں نواب پارس سے گپ شپ کرتا ہوں، بس جلدی کرو جلدی نوشہ تو آ گیا بس پھرتی سے کام لو۔

(سب چلے جاتے ہیں)

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

پانچواں منظر

(جولیٹ کا کمرہ)

(دایہ آتی ہے)

دایہ:۔ بیگم بیگم، جولیٹ! کیسی بے خبر سو رہی ہو، پیاری جان اٹھوا یئے ہیے بھئی تم تو بالکل ہی چار پائی کا کھٹل بن گئیں۔ پیاری سنتی ہو بیگم؟۔ بس اب اٹھ بیٹھو، ماں کی جان پیاری دلہن! اٹھو خیر سے جا گوا ے بھئی تم تو بڑی غافل سو رہی ہو کچھ بھی ہو مجھے تو جگانا ہی پڑے گا۔ دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ دولہا یہیں چلا آئے، پھر تو ڈر جاؤ گی کیوں کیسی سچی بات کہی ہے۔

(دایہ مسہری کا پردہ اٹھاتی ہے)

ہائیں کپڑے پہنے بناؤ سنگار کیا اور پھر سو گئیں مجھے تو تمہیں جگانا ہے بیگم بیگم! ارے ہائے یہ کیا ہوا؟ نوکر دوڑو بیگم تو مری پڑی ہیں، ہائے میں یہ دیکھنے کو کیوں جیتی رہی؟۔ ارے کچھ دوا پلاؤ، ہائے سرکار، ہائے بیگم صاحبہ!

(بیگم کپولٹ آتی ہیں)

بیگم کپولٹ:۔ یہ کیسا غل ہے؟۔

دایہ:۔ بری گھڑی آئی۔

بیگم کپولٹ:۔ ہوا کیا کچھ منہ سے بھی کہو گی؟۔

دایہ:۔دیکھیے دیکھیے ہائے مصیبت کی گھڑی۔

بیگم کپولٹ:۔ہائے ہائے میری بچی ،میری جان بیٹی! آنکھیں کھول تو گئی تو میں بھی تیرے ساتھ چلتی ہوں،ارے کوئی مدد کرو،کسی کو بلاؤ آ کر دیکھے تو۔

(امیر کپولٹ آتا ہے)

کپولٹ:۔ارے سب کی غیرت مٹ گئی جولیٹ کو یہاں کیوں نہیں لاتے؟۔

دایہ: جولیٹ اب کہاں ہیں وہ تو خدا کے گھر پہنچ گئیں۔

قضا کر گئیں،مر گئیں۔ہائے ہائے۔

بیگم کپولٹ۔برے دن،بری ساعت آ گئی،جولیٹ مر گئی،گزر گئی۔

کپولٹ:۔ذرا میں دیکھوں تو۔ہائے افسوس اب اس میں کیا رکھا ہے؟ ٹھنڈی پڑی ہے،نبض ساقط ہے؟۔بدن کے جوڑ سخت ہو گئے ہیں جان نکلے بھی کچھ دیر ہوئی ہے،لب سے لب جدا ہیں۔ہائے موت تو اسے اس طرح آئی،جیسے باغ کے سب سے خوش رنگ پھول کو پالا مار جائے۔

دایہ ہاں سرکار اب تو رونے پیٹنے کے دن آ گئے ہیں،اس کے سوا کیا رہا ہے؟۔

بیگم کپولٹ ہائے کیسا برا وقت آ گیا ہے؟۔

کپولٹ:۔ہماری آہ وزاری اور رونے پیٹنے کے لئے ہی تو موت یہاں سے اسے اٹھا لے گئی،بس اب میری زبان بند ہے میں کچھ نہ کہوں گا۔

(پادری لارنس،نواب پارس مع باجے گاجے کے آتے ہیں)

پادری لارنس: آؤ کہو! دلہن گرجا چلنے کو تیار ہیں؟۔

کپولٹ:۔ہاں جانے کو تیار ہے مگر پھر گھر واپس نہ آئیں گی میرے فرزند

پارس : شادی کی رات کو تیری دلہن کے ساتھ موت ہم بستر ہے، دیکھو وہ پڑی ہے، وہ پھول تھی مگر موت نے اسے پھول نہ رہنے دیا۔ اب تم نہیں ملک الموت میرا داماد ہے۔ وہی میرا وارث ہے، وہی میری بیٹی کو بیاہ لے گیا۔ اب جو کچھ میرے پاس ہے، سب اسی کے حوالے کر جاؤں گا۔ جینا زندہ رہنا یہ سب موت ہی موت ہے۔ موت ہے۔

پارس :۔ آج کی صبح کا مدت سے دل میں انتظار تھا وہ صبح آئی تو کیا دکھایا۔

بیگم کپولٹ :۔ اے ناشاد نامراد نحس گھڑی! جس کے برابر زمانے نے اپنے دور میں نہ دکھائی ہوگی، ہائے یہ تو مری ایک ہی بچی تھی اور بچی بھی کیسی مسکین معصوم۔ یہی میرے دل کا چین اور آنکھوں کی روشنی تھی، دیکھتے ہی دیکھتے موت کیسا چھپا مار کر لے گئی۔

دایہ :۔ کیسی بری گھڑی، کیسے رنج و مصیبت کا وقت آ گیا، ایسا دن تو کبھی دیکھا نہ تھا۔ ہائے ہائے ایسی بری گھڑی ایسا سیاہ دن کبھی نہ آیا تھا۔

پارس :۔ افسوس تقدیر تو نے دھوکا دیا، مجھے سب سے جدا کر دیا، میرے ساتھ بے انصافی کی، مجھے تو نے ستایا اور آخر کار جان سے کھویا۔ اے قابل نفرت موت تو نے ہی اسے بھی غارت کیا ہے، میری محبوبہ اے میری جان جان نہیں بلکہ موت کے قالب میں میرا عشق ناکام۔

کپولٹ :۔ ہائے پیاری بیٹی! جب میں تجھ پر خفا ہوتا تھا تو تو کیسی سہم جاتی تھی، تجھ سے میں بیزار ہو جاتا تھا۔ ہائے تجھے تو تیرے غموں اور صدموں نے شہید کیا۔ اری نحس گھڑی! تو نے ہماری خوشی میں کیسی کھنڈت ڈالی، ہائے بیٹی! بیٹی کیا تو

تو میری روح تھی ،میری جان تھی،تو کیا پیاری بیٹی تیرے مٹتے ہی میرا عیش وآرام مٹ گیا۔

پادری لارنس: ہائیں ہائیں آپ کو یہ کیا ہوگیا شرم آنی چاہیئے، اس صدمے کا علاج شور وشیون نہیں ہے۔اس حسین لڑکی کے پیدا کرنے میں خدا کا اور آپ کا دونوں کا حصہ تھا، اب خدا نے دونوں کے حصے لے لیے اور یہی بات اس لڑکی کے حق میں اچھی ہوئی۔

جو حصہ آپ کا اس میں تھا، اسے آپ موت سے نہ بچا سکے،اور خدا نے اپنے حصہ کو جو اس میں رکھتا تھا ہمیشہ کی زندگی بخشی تم اس کے لئے زیادہ سے زیادہ یہی خواہش کرسکتے تھے کہ اسے دنیا میں ترقی ہو،تم اس کی اتنی ہی ترقی کو خلد بریں سمجھتے تو کیا اس پر روتے ہو کہ اس کی ترقی بادلوں سے بھی اونچی بلکہ آسمان سے بھی بلند تر ہوگئی ہے۔اگر تم اپنی بیٹی کے ساتھ محبت کرنے میں ایسا ہی طریقہ اختیار کروگے تو دیوانے ہو جاؤگے۔یہ نہیں دیکھتے کہ اب وہ بہتر حالت میں ہے۔شادی اس کی اچھی نہیں ہوتی جو شادی کی حالت میں مدت تک جیئے ، بلکہ شادی اس کی بہتر ہوتی ہے جو شادی کے بعد جوان مر جائے،بس آنسو پونچھو اور اس لاش پر روزمیری کے پھول ڈالو،اور دستور کے مطابق اسے پر تکلف لباس پہنا کر گرجا میں لاؤ۔گو ہماری فطرت نادان مجبور کرتی ہے کہ ہم سب اس موت پر آہ وزاری کریں۔لیکن انسانی فطرت کے آنسو عقل کے نزدیک بازیچہ اطفال ہوتے ہیں۔

کپولٹ:۔اسی خوشی کے موقع پر جو سامان تم نے کیے تھے وہ خوشی کی جگہ غمی کا سامان ہوگئے ہمارے باجے تاشے موت کے گھنٹے اور ہماری شادی کی ضیافت غمی کا

کھانا ہو گئی اور ہمارے شادی کے ترانے ماتم اور مرثیے بن گئے، وہ پھول جو ہم دلہن پر نچھاور کرتے ہیں، اب اس کی قبر پر ڈالیں گے۔

(بیگم کپولٹ:۔ کپولٹ:۔ نواب پارس اور پادری چلے جاتے ہیں)

پہلا میوزیکا نچی:۔ تو پھر ہم لوگ بھی سازوں پر غلاف چڑھا کر یہاں سے رخصت ہوں، ہاں اچھے لوگو تم بھی اپنے ساز بند کرو، یہ تو تم بھی دیکھ رہے ہو کہ ہمارے غم کی حالت کیسی واجب الرحم ہے۔

جزو خامس

(مقام منٹوا، وہاں کی ایک گلی)

(رومیو آتا ہے)

رومیو: آج سوتے میں جو کچھ دیکھا ہے اگر اسے سچ سمجھوں تو میرا خواب کسی مژدہ امید افزا کی خبر دیتا ہے اور وہ کوئی اچھی خبر عنقریب پیش کرنے والا ہے۔میرے دل کی ملکہ اپنے تخت پر خوش بیٹھی ہے اور آج میں کچھ ایسی مسرت محسوس کرتا ہوں کہ خوشی کے مارے زمین سے پاؤں اٹھے جاتے ہیں۔خواب میں جو کچھ دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ محبوبہ میرے پاس آئی اور اس نے مجھے مردہ پایا، یہ خواب بھی عجیب تھا کہ ایک مردے کو خیال کرنے کی قوت بخشی گئی قریب آتے ہی اس نے میرے لبوں کے بوسے لیے اور مجھ مردے کو زندہ کر دیا۔میں جی اٹھا، نہایت خوش اور بشاش ہائے عشق کے جب سائے میں یہ لطف وشیرینی ہو تو پھر خود عشق جب دل میں ہو تو اس کی شیرینی اور لطف کا کیا پوچھنا ہے۔

(بلتھازر آتا ہے)

کہو ویرونہ سے کیا خبر لائے ہو؟ بلتھازر! اب وہاں کیا حال ہے؟۔کیا پادری لارنس کے پاس سے میرے نام کوئی خط نہیں لائے؟۔میری بیگم جولیٹ کا مزاج کیسا ہے میرے والد اچھے ہیں، جولیٹ کیسی ہے؟۔یہ میرا دوبارہ سوال کرنا ایسا

ہے کہ اگر جولیٹ خیریت سے ہیں تو سب خیریت سے ہیں۔

بلتھازر، اچھا یہی سمجھیے سب خیریت سے ہیں، جولیٹ اپنے خاندان کے گورستان میں آرام فرماتی ہیں، اوران کی روح آسمان کے فرشتوں میں جا بسی ہے۔میری آنکھوں کے سامنے وہ اپنے خاندان والوں کے مقبرے میں رکھی گئی ہیں، یہ دیکھتے ہی میں آپ کو اطلاع دینے دوڑا ہوا یہاں آیا ہوں، کیونکہ آپ فرما گئے تھے کہ جو کچھ ہو اس کی اطلاع ہمیں دینا۔

رومیو:۔ اگر یہ سچ ہے تو اے تقدیر کے ستارے! مجھے اب تیری مطلق پرواہ نہیں ۔بلتھازر تمہیں معلوم ہے جہاں میں ٹھہرا ہوا ہوں، ذرا وہاں جاؤ، کاغذ، قلم دوات مجھے وہاں سے لا دو۔اور چند سواری کے گھوڑے جلد کرایہ کرو، میں آج ہی رات کو یہاں سے جاؤں گا۔

بلتھازر۔سرکار سے ایک عرض میری ہے وہ یہ کہ حضور صبر سے کام لیں، خبر سنتے ہی چہرہ آپ کا سپید پڑ گیا ہے، آنکھوں سے وحشت برسنے لگی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت ہی سخت بات پیش آنے والی ہے۔

رومیو:۔نہیں تمہارا یہ خیال صحیح نہیں ہے، جاؤ جو چیزیں میں منگوا رہا ہوں انہیں جلد لے کر آؤ، کیا پادری نے کوئی خط میرے نام کا نہیں دیا؟۔

بلتھازر:۔سرکار کوئی خط نہیں دیا۔

رومیو:۔خیر کچھ پرواہ نہیں تم تو جاؤ اور گھوڑوں کا جلد بندوبست کرو، میں تھوڑی دیر میں خود تمہارے پاس آتا ہوں۔جولیٹ پیاری! آج رات کو میں تمہارے پاس رہوں گا۔دیکھنا یہ ہے کہ تمہارے پاس پہنچنے کی کیا صورتیں ہیں؟۔اے فتنہ و شر تم

خراب طبیعتوں کے لئے خرابی کا سامان بہت جلد پیدا کر دیتے ہو۔ کچھ یاد آتا ہے کہ ایک عطار یہاں رہا کرتا تھا، کچھ دن ہوئے کہ میں نے اسے نہایت خستہ حال پھٹے پرانے کپڑے چیتھڑے لگائے دیکھا تھا، آنکھیں حلقوں میں گڑی تھیں، اور کسی گور و فکر میں نظریں نیچی کیے جا رہا تھا، محنت اور فاقوں نے ہڈی چمڑا ایک کر دیا تھا، آخری مرتبہ جب اس کی دکان دیکھی تھی تو وہاں ایک کچھوا لٹکا تھا اور کھال میں بھس بھرا اور ایک مگر مچھ بھی وہاں رکھا تھا۔ اور بہت سی کریہہ المنظر کھالیں بھی وہاں پڑی تھیں۔ الماریوں کے خانوں میں بہت پرانے، مٹی میں اٹے ہرا بے ،سبز رنگ کے مرتبان اور تلوے آراستہ تھے، ڈبوں میں پھپھوندی لگے بیج اور تخم بھرے تھے۔ کہیں کہیں تاگوں کی پچکیں کوئی پوری کوئی ادھوری رکھی تھیں، گلاب کی پتیاں جن کی ڈھیریاں جم کر پڑیاں سی ہو گئی تھیں، جا بجا بے قرینے پڑی تھیں۔ بس ساری دکان کی آرائش و زیبائش کا یہی سامان تھا۔ اس افلاس و تنگ دستی کو دیکھ کر میں نے سوچا تھا کہ گو منٹوا مین زہر کی خرید و فروخت کی سخت ممانعت ہے، اگر کوئی ایسا کرے تو اسے قتل کی سزا ملتی ہے، مگر زہر خرید نے کے لئے اس سے بہتر عطار نہ ملے گا۔ اور یہی مفلس و تنگ دست ہے جو ضرورت کے وقت میرے ہاتھ زہر بیچ ڈالے گا۔ اس خیال کے آتے ہی میں سمجھا کہ اب میری ضرورت رفع ہ وجائے گیجہاں تک یاد آت اہے اس کا گھر یہی سامنے ہے آج تعطیل ک ادن ہے دکان تو اس کی بند ہوگی گھر ہی پر آواز دوں ارے میاں عطار کہاں ہو؟ (عطار آتا ہے)

عطار، کون اس طرح چیخ رہا ہے؟۔

رومیو:۔ ذرا ادھر تو آیئے صورت سے تو آپ بہت ہی مفلس و نادار معلوم ہوتے ہیں یہ چالیس روپے ہیں انہیں لیجیے اور ان کے بدلے تھوڑا سا زہر مجھے دیجیئے مگر شرط یہ ہے کہ زہر تیز ہو کہ حلق سے اترتے ہی تمام رگوں میں دوڑ جائے اور جان سے بیزار جو شخص اسے پیے وہیں ڈھیر ہو جائے، اور جسم سے جان اس طرح نکل جائے جیسے بندوق کی نالی سے گولی باروت کے زور میں نکلتی ہے۔

عطار:۔ ایسے تیز اور مہلک زہر میرے پاس موجود ہیں لیکن یہاں کا قانون بہت سخت ہے، جو آدمی زہر بیچتا ہوا پکڑا جاتا ہے اسے موت کی سزا دی جاتی ہے۔

رومیو: کیا اتنی تنگ دستی اور مصیبت میں بھی موت سے ڈرتے ہو؟ فاقوں سے تمہارے گال پچک رہے ہیں تمہاری آنکھوں میں تو ضرورت اور تنگ دستی بھی فاقوں مرتی نظر آتی ہے، ٹکڑ گدائی جس سے انسان نفرت کرتا ہے تمہارے خشک منہ سے ظاہر ہے۔ دنیا میں کوئی حتیٰ کہ قانون تک تمہارا دوست یا پاس دار نہیں اور کوئی قانون ایسا وضع نہیں ہوا کہ تمہیں کسی دن مال دار بنا دے۔ بس تم بھی قانون کی پرواہ نہ کرو مفلس تو ہو ہی رہے بس یہ روپیہ لے لو۔

عطار:۔ خوشی اور مرضی سے نہیں صرف افلاس کی وجہ سے آپ کی بات منظور کرتا ہوں۔

رومیو:۔ میں بھی یہ روپیہ تمہارے افلاس کو دیتا ہوں تمہاری مرضی اور خوشی کو نہیں دیتا۔

عطار: تو پھر لیجیئے یہ زہر ہے، اسے کسی رقیق چیز میں ملا کر نوش کیجیے گا۔ اگر آپ میں بیس آدمیوں کے برابر طاقت ہو گی تب بھی پلک مارتے ہی یہ زہر آپ کو ختم کر

دے گا۔

رومیو:۔تو پھر یہ روپیہ بھی حاضر ہے یہ وہ چیز ہے کہ آپ کے ان زہروں سے جنہیں بیچنے کی آپ کو ممانعت ہے کہیں زیادہ فتنہ و شر پیدا کرتی ہیں تم نے تو میرے ہاتھوں کچھ بھی نہیں بیچا ہے سچ پوچھو تو زہر میں نے تمہارے ہاتھ فروخت کیا ہے اے زہر آ اور جولیٹ کی قبر تک میرے ساتھ چل، وہیں میں تجھے پیوں گا۔

(چلا جاتا ہے)

دوسرا منظر

(پادری لارنس کا حجرہ)

(پادری یوحنا آتا ہے)

یوحنا طبقۂ فرانسس کے قسیس بھائی برادر لارنس آپ کہاں ہیں)

(پادری لارنس آتا ہے)

لارنس یہ آواز تو برادر یوحنا کی سی معلوم ہوتی ہے، آہا منٹوا سے آپ کا آنا مبارک ہو کہو! برادر رومیو نے کہا میرا خط آپ نے اسے پہنچا دیا؟۔ جو کچھ اس نے کہا ہو بیان کیجیے۔

یوحنا:۔ پہلے میں اپنے طبقے کے ایک پادری کی تلاش میں پھرتا رہا یہ پادری ننگے پاؤں رہتا ہے اور جب وہ اس شہر ویرونہ میں تھا تو میں اور وہ مل کر بیماروں کی تیمارداری کیا کرتے تھے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ مجھے ایک مکان میں ملا میں اس کے پاس گیا اتنے میں تلاش والوں نے یہ خیال کر کے کہ ہم ایک ایسے مکان میں ہیں جہاں طاعون زور پر ہے اس مکان کے سب دروازے بند کرا دیے اور ہمیں گھر سے باہر نہ نکلنے دیا اس طرح میں منٹوا تک نہ پہنچ سکا۔

لارنس: تو پھر آپ نے میرا خط رومیو کو نہیں پہنچایا؟۔

یوحنا:۔ نہیں میں وہ خط رومیو تک نہیں پہنچا سکا، وہ خط موجود ہے اسے واپس

لیجیے۔طاعون کی وجہ سے سب ایسے خوف زدہ ہو رہے تھے کہ کوئی آدمی بھی نہیں ملا جس کے ہاتھ میں یہ خط آپ کو اسی وقت واپس کر دیتا۔

لارنس:۔وائے بدقسمتی! طبقہ فرانسیس کی قسم وہ معمولی خط نہ تھا، اس میں بڑے ضروری اور نازک کام کرنے کو لکھے تھے۔آپ کی طرف سے اس غفلت کے ہونے میں بڑے بڑے خطروں کے پیش آجانے کا اندیشہ ہے پادری! یوحنا آپ یہاں سے جا کر فوراً ایک کدال میرے حجرے میں پہنچوا دیں۔

یوحنا:۔اچھا برادر ابھی جاتا ہوں اور کدال آپ کے حجرے میں پہنچوائے دیتا ہوں۔

(چلا جاتا ہے)

لارنس:۔اب مجھے تنہا مقبرے کی طرف سیدھا جانا چاہیئے، کیونکہ اب سے تین گھنٹے کے اندر جولیٹ قبر میں بیدار ہوگی اور مجھ پر خفا ہوگی کہ میں نے رومیو کو کل حالات سے مطلع نہیں کیا۔رومیو کو منٹوا میں بعد میں اطلاع کر دوں گا۔اور اس درمیان میں جب تک رومیو آئے میں جولیٹ کو اپنے حجرے میں چھپائے رکھوں گا اس وقت تو وہ جیتی جاگتی جان مردہ بنی قبر میں پڑی ہے۔

(چلا جاتا ہے)

تیسرا منظر

(گرجا گھر کا صحن اور وہاں کا ایک مقبرہ جہاں خاندان کپولٹ کے مردے دفن ہیں)

(نواب پارس آتے ہیں اس کے غلام کے ہاتھ میں کنٹھے اور پھول ہیں اور ایک مشعل بھی ہے)

پارس: ۔غلام سے کہتا ہے)لڑکے یہ مشعل مجھے دے دے اور یہاں سے ہٹ کر دور کھڑا ہو جا،مگر ہاں اس مشعل کو گل کردے تا کہ کوئی مجھے دیکھ نہ سکے،اور تو اس بید مجنوں کے درخت کے نیچے لیٹ جا،زمین سے کان لگائے رکھیو یہاں کی زمین بہت ناہموار ہے جگہ جگہ قبریں کھدی ہیں،کہیں مٹی کے ڈھیر ہیں،اگر قبرستان میں کسی کی آہٹ سنی تو فوراً مجھے سیٹی دیجیو،تیری سیٹی سن کر سمجھوں گا کہ تو نے کسی کو ادھر آتے دیکھا ہے۔یہ پھول اور کنٹھے مجھے دے دے جیسا میں نے کہا ہے اس کے مطابق تیرا عمل رہے اچھا اب جا۔

غلام: ۔یہ تو قبرستان ہے، مجھے ڈر لگ رہا ہے،مگر آقا نے جو کچھ حکم دیا ہے اس کی تعمیل میں کوشش کروں گا۔

پارس: ۔تازے اور خوش رنگ پھولو! میں تمہیں ایک دلہن کی سیج پر ڈالتا ہوں۔ دلہن افسوس اب تجھ پر مٹی اور پتھروں کا سایہ ہے۔روز رات کو یہاں آ کر خوشبودار مہکتا پانی یہاں چھڑکوں گا،اگر پانی نہ ملا تو اپنی آہوں کی گرمی سے مقطر تیار کر کے تیرے مزار پر ڈالوں گا۔میں برابر تیرا ماتم کرتا رہوں گا اور روز رات کو تیری قبر پر

پھول چڑھانے اور رونے آیا کروں گا۔

(غلام سیٹی دیتا ہے)

معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ادھر آ رہا ہے غلام نے سیٹی دی ہے وہ کس کے ملعون قدم ہونگے جن کی آواز رات کے وقت ادھر آتی سنائی دی ہے؟۔ غرض یہی ہوگی کہ میرے ماتم میں خلل ڈالے اور دیکھو مشعل بھی ہاتھ میں ہے۔ اے رات تو مجھے اپنے اندھیرے میں چھپالے۔

(چھپ جاتا ہے)

(رومیو اور بلتھازر ہاتھ میں مشعل اور کدال وغیرہ لیے آتے ہیں)

رومیو:۔ یہ کدال اور سنسی مجھے دو اور یہ خط اپنے پاس رکھو صبح ہوتے ہی یہ خط میرے والد کو دے دینا، مشعل مجھے دو اور سمجھ لو کہ میرا یہ حکم ہے کہ اگر کسی کی آہٹ معلوم ہو یا کسی کو ادھر آتے دیکھو تو بالکل چپ چاپ علیحدہ کھڑے رہنا اور جو کچھ میں کرتا ہوں اس میں مخل نہ ہونا، کہ میں کیوں اس موت کے گھر میں اترتا ہوں؟۔ میں قبر میں اس لئے اترتا ہوں کہ اپنی پیاری جولیٹ کی صورت دیکھ لوں اور اس کی انگلی سے ایک انگوٹھی اتاروں جو بہت قیمتی ہے، یہ انگوٹھی میں نے اسے اپنی محبت کی نشانی کے طور پر دی تھی۔ بس اب تم جاؤ۔ خبردار جو تم نے جھانک کر دیکھنا چاہا کہ میں کیا کرتا ہوں یا میرا کیا ارادہ ہے؟۔ اگر تم نے جھانکا تو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ دیکھتے ہی تمہارے پرزے کردوں گا اور تمہارے ٹکڑے اس قبرستان میں جو مردوں کو ہڑپ کرنے کے لئے ہر وقت منہ پھاڑے ہے پراگندہ کردوں گا۔ یہ وقت اتنا خوفناک اور میرے ارادے اتنے وحشتناک ہیں کہ شیر کی دھاڑ اور سمندر

کے شور سے بھی زیادہ وحشت رکھتے ہیں۔

بلتھازر:۔ حضور کے حکم کے مطابق میں ابھی یہاں سے جاتا ہوں اور سرکار کو کسی بات میں تکلیف نہ دوں گا۔

رومیو: اگر ایسا کیا تو تم حق نمک ادا کرو گے اور میں سمجھوں گا کہ تم واقعی میرے خیر خواہ ہو، جاؤ زندہ رہو، خوش اور آباد رہو، تم اچھے اور نیک بخت آدمی تھے۔ خدا حافظ!

بلتھازر:۔ جو کچھ بھی ہو میں یہاں چھپ بیٹھتا ہوں، آقا کی نظروں سے خوف معلوم ہوتا ہے اور ان کے قصد اور ارادے کو شبہ کی نظر سے دیکھتا ہوں۔

(چھپ جاتا ہے)

رومیو:۔ اے نفرت کے قابل شکم خاک! اور اے موت کے بطن تاریک جس میں میری ایک پیاری اور بہت ہی عزیز مشت خاک پڑی ہے، دیکھ اس طرح میں تیرا سڑا ہوا دہن کھولتا ہوں، اور تیری غذا کے لئے مناسب نیا سامان پیش کرتا ہوں۔

(رومیو قبر کھولتا ہے)

پارس:۔ یہ تو وہ غضب کا مارا جلاوطن مونٹیگ ہے، جس نے میری عروس کے ماموں زاد بھائی کو جان سے مارا تھا اور خیال کیا جاتا ہے کہ اسی بھائی کے غم میں جولیٹ نے اپنی جان شیریں موت کے حوالے کی۔ یہ نابکار یہاں مردوں کی توہین سخت بے شرمی اور بے حیائی سے کرنے آیا ہے۔ یہ جلاوطن ہو چکا ہے میں اسے ابھی گرفتار کرتا ہوں۔

(سامنے آتا ہے)

ارے شیطان مردود مونٹیگ، سزا یافتہ مجرم! یہاں کے مردوں کی توہین اور بے حرمتی اس بے حیائی کے ساتھ نہ کر کیا موت کے بعد بھی انتقام لیا جاتا ہے؟۔ارے موذی بدکار تو سزا یافتہ ہے، میں تجھے گرفتار کرتا ہوں بس حکم مان لے اور ہمارے ساتھ چل اور اب تو اپنے جرم کی سزا میں قتل کیا جائے گا۔

رومیو:۔ قتل ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور میں یہاں مرنے ہی کو آیا ہوں لیکن اے شریف نیک دل انسان تو ایسے آدمی کو غصہ نہ دلا جو سب سے ہاتھ اٹھا چکا ہو، یہاں سے چلا جا اور مجھے میرے حال پر چھوڑ، ان کو یاد کر جو دنیا سے چل بسے ہیں۔

اور انہی کے خیال اور خوف سے یہاں سے چل اجا، اے نوجوان میں تجھ سے بصد عاجزی کہتا ہوں کہ ایک گناہ کر چکا ہوں اور دوسرے گناہ کا مجھے مرتکب نہ ہونے دے، بس اپنی راہ لے اور یہاں سے چلا جا۔ خدا کی قسم مجھے اپنی ذات سے زیادہ تجھ سے محبت ہے۔ میں اپنی جان لینے کو یہاں شمشیر بکف آیا ہوں بس یہاں نہ ٹھہر چلا جا۔ زندہ رہ اور آئندہ کہا کیجیو کہ ایک دیوانے دشمن نے تجھ سے یہاں بھاگنے کو کہا تھا۔

پارس مجھے تیری ان باتوں کی مطلق پرواہ نہیں۔ میں تجھے ایک مجرم سمجھ کر گرفتار کرتا ہوں۔

رومیو: تو کیا مجھے طیش دلاتا ہے یہی ہے تو پھر آ۔

(دونوں لڑتے ہیں)

غلام خدایا یہ دونوں لڑتے ہیں میں تو یہاں کے پاس بانوں کو بلانے جاتا ہوں۔

پارس:۔ارے میں مرا۔

(گر جاتا ہے)

اگر تجھ میں کچھ بھی رحم ہے تو اس قبر کو کھول کر میری لاش جولیٹ کے پاس رکھ دینا۔پارس مر جاتا ہے۔

رومیو: ہاں ایسا ہی کروں گا پہلے تیری صورت تو دیکھ لوں کہ تو ہے کون؟۔ ارے یہ تو مرکیٹو کا عزیز پارس ہے۔جب منٹوا سے میں اور بلتھازر گھوڑوں پر سوار ادھر آرہے تھے تو بلتھازر نے کچھ ذکر کیا تھا۔مجھے اپنی پریشانی میں کچھ ہوش نہ تھا ،جہاں تک یاد پڑتا ہے،بلتھازر نے یہ کہا تھا کہ پارس جولیٹ سے شادی کرنے والا تھا،تو اس نے کہا تھا یا محض میرا خواب وخیال ہے، جولیٹ کا نام سنتے ہی میں دیوانہ سا ہو گیا تھا اگر یہ بات ہے تو پھر ہاتھ دے،پھر تو تیرا نام بھی بدقسمتی کی کتاب میں میرے نام کے ساتھ لکھا جائے گا، میں تجھے ایک عالی شان قبر میں رکھوں گا،قبر نہیں یہ نور کی ایک شمع ہے۔اے نوجوان ومقتول! دیکھ یہاں جولیٹ آسودہ ہے جس نے اپنے حسن اور حسین حضوری سے اس تاریک گنبد کو

بقعہ نور بنا رکھا ہے۔بس اے مردے جسے ایک مردے نے اٹھا کر یہاں رکھا ہے،تو یہیں پڑا رہ۔

(رومیو پارس کی لاش کو جولیٹ کی قبر میں رکھتا ہے)

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی مرنے کو ہوتا ہے تو وہ مرنے سے پہلے بہت

خوش نظر آتا ہے۔اس خوشی کو چراغ گل ہونے سے پہلے لو کا بڑھنا کہتے ہیں، لیکن میرے لئے تو چراغ کی لو کا بڑھنا جو اوروں کے لئے موت سے پہلے ہوا کرتا ہے ممکن نہیں۔اے میری محبوبہ، جان، میری بیوی! موت نے تیرے سانس کی شیرینی چوس لی، لیکن موت کا تیرے حسن پر کچھ بس نہ چلا، موت نے تجھ پر غلبہ نہ پایا۔جس نے اپنا نشان لبوں اور رخساروں کی سرخی پر بلند رکھا ہے۔موت کی زردی کا پرچم تجھ پر نہیں اڑا ہے۔ٹائی بلٹ تو اپنے خونی کفن میں لپٹا پڑا ہوا ہے۔اس سے بہتر میں تیرے ساتھ کیا کر سکتا ہوں کہ جس ہاتھ سے جوانی میں میں نے تجھے قتل کیا تھا اسی ہاتھ سے تیرے دشمن کو ہلاک کردوں ٹائی بلٹ جولیٹ کے عم زاد! میرا قصور معاف کر دے، جولیٹ تم اب تک اتنی حسین کیوں ہو؟۔کیا میں یہ سمجھوں کہ موت کو بھی تم سے عشق ہے؟۔اور موت کے بیتنا ک فرشتے نے تجھے اپنی معشوقہ بنا کر اس تنگ و تاریک مکان میں رکھ چھوڑا ہے؟۔اس خیال سے کہ تو ڈرے نہیں، میں اب تیرے ہی پاس رہوں گا اور اس اندھیری کوٹھری میں تجھ سے جدا نہ ہوں گا، اور یہی قبر جہاں کے کیڑے مکوڑے تیرے مشیر و ندیم ہیں میرے ہمیشہ کے قیام کی جگہ ہوگی۔اور اے تقدیر کے نحس ستارو میں تمہارا بھاری جوا اپنے زخمی کندھوں سے اتار پھینکوں گا، آنکھو آخری نظارہ کر لو، بازوؤ آخری مرتبہ گلے لگا لو۔اور اے میرے لبو جو تنفس کا دروازہ ہو ایک بوسے سے موت کے اس عہد نامے پر ایک مدت لا انتہا ہی کے لئے ایک اپنا اقرار لکھ دو، وہی موت جو سب کو آنے والی ہے۔اے تلخ اور بدذائقہ زہر! آ اور اے ناخدا! تو اپنی ٹوٹی کشتی کو چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش کر دے۔پیاری جولیٹ دیکھ یہ تیرا جام صحت پیتا

ہوں۔

(رومیو زہر پیتا ہے)

ارے واہ قول کے سچے عطار تیری دوا تو بڑی سریع الاثر نکلی۔

(جولیٹ کا بوسہ لے کر)

میں تو مرتا ہوں۔(رومیو مر جاتا ہے)

(قبرستان کے دوسری طرف پادری لارنس کدال بیلچہ اور ہاتھ میں قندیل لئے آتا ہے)

پادری لارنس:۔خدایا میری مدد کر آج رات کو ان قبروں میں کیسی ٹھوکریں کھانی پڑی ہیں یہ کون ہے؟۔

بلتھازر:۔آپ کا دوست ہوں اور آپ سے خوب واقف ہوں۔

پادری لارنس خدا تمہیں نیکی دے دوست! ذرا یہ تو بتاؤ کہ وہ مشعل کس کی ہے جو اس گورستان میں مردوں کی کھوپڑیوں پر جن میں دیدے نہیں ہیں اپنی دھندلی سی روشنی ڈال رہی ہے۔؟۔ جہاں تک مجھے سوجھتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کپولٹ کے مقبرے میں یہ روشنی ہے۔

بلتھازر، درست ہے یہ روشنی وہیں ہے اور وہیں میرا آقا بھی ہے، جس سے آپ کو دلی تعلق ہے۔

پادری لارنس تمہارا آقا کون ہے؟۔

بلتھازر، رومیو۔

پادری لارنس: بلتھازر ذرا وہاں تک میرے ساتھ چلو،

بلتھازر: جناب حالی میں آپ کے ساتھ وہاں تک نہیں جا سکتا، آقا تو اپنے دل میں سمجھ رہا ہے کہ میں اپنے گھر چلا گیا ہوں۔ اس نے سخت تاکید کر دی تھی کہ میں اس کا کوئی کام نہ دیکھوں گا، جدھر وہ ہوا، ادھر جھانکوں تک نہیں۔

پادری لارنس اچھا تم یہیں رہو، میں اکیلا ہی جاتا ہوں، مجھے خوف ہے اور بہت خوف ہے کہ خدا جانے کیا ناشدنی بات پیش آئے۔

بلتھازر:۔ جب میں درخت کے نیچے کچھ جاگتا کچھ سوتا پڑتا تھا تو میں نے دیکھا کہ میرا آقا کسی دوسرے آدمی سے لڑ رہا ہے۔ اور آقا نے اس دوسرے آدمی کو مار ڈالا ہے۔

پادری لارنس آگے بڑھتا ہے۔ رومیو ہائیں یہ خون کیسا ہے جو مقبرے کے سنگین دروازے کے سامنے پڑا ہے۔ ان خون آلود تلواروں سے کیا مطلب ہے، جن کا کوئی مالک نظر نہیں آتا، اور ایسے سکون اور امن کی جگہ کس نے انہیں خون میں رنگا ہے۔

(پادری مقبرے میں جاتا ہے)

رومیو: ارے تیرے چہرے پر یہ کیسی زردی کھنڈی ہے؟ دوسرا کون پڑا ہے ارے کیا یہ پارس ہے؟۔ یہ بھی کیسا خون میں نہایا نظر آتا ہے۔ خدایا کیسی نامبارک ساعت تھی جو اس کشت و خون کا باعث ہو کر اس روح فرسا وقوع کو پیش نظر کرتی ہے۔

(جولیٹ بیدار ہوتی ہے)

جولیٹ:، ارے تسلی و تسکین دینے والے پادری! بتایئے میرا شوہر کہاں

ہے؟۔ مجھے خوب یاد تھا کہ میں کہاں جاؤنگی؟۔

اور وہاں میں اپنے آپ کو پاتی ہوں بتایئے میرا رومیو کہاں ہے؟۔(اندر سے آواز آتی ہے)

پادری لارنس کسی کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ جولیٹ اس خلاف قدرت نیند،لوت اور دبا کے خوف ناک آشیانے سے باہر نکل آ۔ اس سب سے بالا اور برتر قوت نے جس کا مقابلہ غیر ممکن ہے، ہماری کل تدبیریں الٹی کردی ہیں۔اٹھ اور جلدی یہاں سے نکل چل۔ تیرا شوہر تیرے پہلو میں مردہ پڑا ہے،اور پارس بھی مارا گیا ہے۔اٹھ بس چل۔ میں تجھے راہبات کے کسی دیر میں داخل کرادوں گا،بات کرنے کا اب وقت نہیں ہے،پاس بان آرہے ہیں آبس چل میرے ساتھ چل۔

(ایک شور سنائی دیتا ہے)

میں اب زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔

جولیٹ: آپ جائیں میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤنگی۔

(پادری چلا جاتا ہے)

ہائے یہ اور کیا چیز ہے یہ پیالہ کیسا میرے محبوب کے ہاتھ میں ہے؟۔ یہ زہر ہے اچھا میں سمجھی اس سے تو نے اپنا کام تمام کیا ہے،مگر ظالم سب ہی پی گیا میرے لئے ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا کہ میں بھی تیرا ساتھ دیتی تیرے لبوں کا بوسہ لیتی ہوں،شاید کہ ان میں کچھ زہر لگا ہو کہ بوسہ لیتے ہی مر جاؤں۔

پہلا پاسبان:۔ہاں لڑکے بتا کدھر جائیں؟۔

جولیٹ: ارے آوازیں آنے لگیں مجھے جلدی کرنا چاہیئے، ارے واہ رے خوش نصیب خنجر۔

(رومیو کی کمر سے خنجر نکال لیتی ہے) تیرا غلاف تو اب میرا سینہ ہے۔ خنجر اپنے سینے میں بھونک لیتی ہے۔ خنجر یہاں رہ اور مجھے مرنے دے۔

(رومیو کی لاش پر گرتی ہے اور مر جاتی ہے)

(پاسبان اندر آتا ہے، اس کے ہمراہ پارس کا غلام ہے)

یہی وہ مقام ہے جہاں مشعل ابھی تک زمین پر پڑی جل رہی ہے۔

پہلا پاسبان زمین پر خون ہے، گرجا کے احاطے میں تلاش کرو، جو کوئی ملے اسے فوراً گرفتار کرلینا ضروری ہے۔ کیسا افسوس ناک منظر ہے، کاؤنٹ پارس مارا گیا ہے اور جولیٹ سے ابھی خون بہہ رہا ہے، گو اسے دفن کیے دو دن گزر چکے ہیں مگر خون سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جان دی ہے۔ جاؤ بادشاہ سلامت سے کل حالات عرض کرو، کپولٹ کے لوگوں کو خبر کرو۔ مونٹیگ کے لوگوں کو جگاؤ یہ خون کی وارداتیں ہم دیکھتے ضرور ہیں مگر ان کی وجہ کہ وہ کیوں پیش آئیں ہم کچھ نہیں بتا سکتے۔

دوسرا پاسبان لیجیے یہ رومیو کا ملازم ہے۔ ہم نے اسے گرجا کے صحن میں کھڑا دیکھا تھا۔

پہلا پاسبان اسے حراست میں رکھو جب تک کہ بادشاہ کی سواری آئے۔

دوسرا پاسبان: اور لیجیئے یہ ایک پادری ہیں جو سر سے پاؤں تک تھر تھر کانپ رہے ہیں۔ کبھی ٹھنڈے ٹھنڈے سانس لیتے ہیں، کبھی روتے ہیں۔ یہ کدال

ہے، بیلچہ اور پھاوڑا ابھی ہم نے انہیں سے برآمد کیا ہے۔ گرجا کے احاطے میں وہ جا رہے تھے کہ یہ چیزیں ان سے دست یاب ہوئیں۔

پہلا پاسبان آدمی بہت مشتبہ معلوم ہوتا ہے اسے روکے رکھو۔

(بادشاہ ویرونہ مع اہالی موالی کے آتا ہے)

امیر کپولٹ:۔ یہ کیا بات ہے کہ لوگ ادھر ادھر غل مچاتے پھرتے ہیں؟۔

بیگم کپولٹ:۔ ہاں گلیوں میں کوئی رومیو پکارتا ہے، کوئی جولیٹ کا نام لیتا ہے کوئی پارس پارس کہہ کر چلاتا ہے۔ سب ادھر کے ادھر دوڑتے پھرتے ہیں اور صبح ہی صبح ہمارے خاندان والوں کے مقبرے کی طرف جاتے دکھائی دیتے ہیں۔

بادشاہ: وہ کون سی خوف ناک واردات ہے، جس نے ہمارے کانوں کو حیرت زدہ کیا ہے؟۔

پہلا پاسبان:۔ جہاں پناہ ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں نواب پارس قتل ہوئے پڑے ہیں، رومیو بھی مرا پڑا ہے اور جولیٹ جو پہلے مر چکی تھی، ابھی تک اس کا جسم گرم ہے، اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جان دی ہے۔

بادشاہ: ڈھونڈو، تحقیق کرو اور معلوم کر کے بتاؤ کہ یہ خون کیسے ہوا؟۔

پہلا پاسبان حضور یہ ایک پادری ہے اور یہ شخص مقتول رومیو کا ملازم ہے۔ اور ان کے پاس سے قبریں کھودنے کے آلات برآمد ہوئے ہیں۔

کپولٹ: بیوی ذرا غور سے دیکھو تو ہماری بیٹی کے سینے سے خون ابھی تک جاری ہے، اور یہ خنجر بھی اس کا نہیں ہے۔ خنجر کا خالی نیام مونٹیگ کی کمر میں لگا ہے، اور خنجر ہماری بیٹی کے سینے میں چبھا ہے۔

بیگم کپولٹ:۔ہائے ہائے موت کا یہ منظر تو وہ جرس ہے جو اس بڑھاپے میں ہمیں آخری منزل تک بلانے کے لئے فریاد کر رہا ہے۔

(امیر مونٹیگ اور اور آتے ہیں)

بادشاہ: مونٹیگ تم بہت سویرے جاگے کہ اپنے فرزند اور وارث کو سوتا دیکھو۔

مونٹیگ:۔ عالی جاہ افسوس ہے کہ میری بیوی کا آج شب کو انتقال ہو گیا اور اپنے فرزند کی جلاوطنی اس کے لئے ایسا صدمہ تھی جس سے وہ جانبر نہ ہو سکی اور رومیو کی موت کا مجھا کیلے کو داغ اٹھانا پڑا۔

بادشاہ: دیکھو اور عبرت پکڑو!

مونٹیگ:۔ ارے نادان نا سمجھ لخت جگر! یہ کیا حرکت تھی کہ باپ سے پہلے تو قبر میں چلا گیا۔

بادشاہ: تھوڑی دیر کے لئے سب رونا پیٹنا بند کر دیں جب تک کل مشتبہ باتیں دریافت نہ ہو جائیں اور ان کا اصلی سبب اور صحیح وجہ تحقیق نہ کر لی جائے، سب خاموش رہیں، اور پھر میں تمہارے رنج اور صدمے کا شاہد ہو کر تمہارے لئے انتقام کا بندوبست کروں، اس وقت تک سب لوگ صبر سے کل واقعات سنیں اور ان اتفاقیہ اموات کی کیفیت صبر و سکون کے ساتھ سنی جائے جن لوگوں پر شبہ ہے وہ حاضر کیے جائیں۔

پادری لارنس:۔ میں جسمانی طور پر اس قسم کے جرائم سے معذور ہوں مگر سب سے زیادہ شبہ مجھی پر گزرتا ہے۔ کیونکہ وقت اور موقع سب میرے خلاف اس خون میں شہادت دے رہے ہیں۔ اور میں یہاں دوسروں کو الزام دینے اور اپنی خطا کی

صفائی کے لئے حاضر ہوں۔ میں خود اپنے قصور کا اقبال کرتا ہوں، مگر اس کے ساتھ خود کو قابل معافی بھی سمجھتا ہوں۔

بادشاہ: تو پھر جو کچھ آپ کو معلوم ہو وہ بیان کریں۔

پادری لارنس:۔ اس مقدمے میں جو کچھ عرض کروں گا وہ بہت مختصر ہوگا، کیونکہ میری عمر اتنی دراز نہیں ہے، جس قدر کہ یہ قصہ دراز ہے۔ رومیو جو یہاں مرا پڑا ہے۔ جولیٹ کا شوہر ہے۔ جو وہاں مری پڑی ہے۔ جولیٹ رومیو کی بڑی وفادار بیوی تھی۔ جس دن ان دونوں کی شادی کی خفیہ رسمیں میں نے پوری کی تھیں۔ وہی دن ٹائی بلٹ کے قتل کا تھا۔ ٹائی بلٹ کی بے وقت موت نے جولیٹ کے شوہر کو جلا وطن کرا دیا۔ جولیٹ ٹائی بلٹ کے لئے نہیں بلکہ رومیو کے لئے غم زدہ رہا کرتی تھی۔ امیر کپولٹ بیٹی کے اس غم کو دور کرنے کی فکر میں ہوئے کہ کسی طرح کاؤنٹ پارس سے بیٹی کی شادی جلد سے جلد کرا دیں۔ اس پر جولیٹ نہایت وحشت زدہ صورت بنا کر میرے پاس آئی اور کہا کہ کوئی تدبیر بتایئے کہ اس دوسری شادی سے نجات ہو، ورنہ میں آپ ہی کے حجرے میں اپنا خون کر دوں گی۔ تب میں نے اسے وہ چیز دی جو میں نے اپنے فن کے مطابق تیار کی تھی۔ وہ ایک خواب آور دوا تھی، جس نے جولیٹ پر وہی اثر کیا جو میں نے چاہا تھا۔ اس دوا نے اسے مردہ بنا دیا، اس اثنا میں میں نے رومیو کو خط لکھا کر دوا کا عمل بند ہوتے ہی وہ اپنی بیوی کو اس قبر سے نکال کر لے جائے، لیکن پادری یوحنا جو میرا خط لے کر رومیو کے پاس جا رہا تھا اتفاقیہ راستے میں روک لیا گیا اور کل شب کو اس نے وہ خط بند کا بند مجھے واپس کر دیا۔ تب میں اس خیال سے کہ جولیٹ خواب سے بیدار ہونے والی

ہو گی، تن تنہا اس کے تابوت سے جو اس کے بزرگوں کے مقبرے میں رکھا گیا ہے۔ اسے نکالنے چلا۔ سوچا یہ تھا کہ اس کو خفیہ طور پر اپنے حجرے میں رکھ کر موقع سے رومیو کو اطلاع دونگا۔ لیکن جب میں یہاں جولیٹ کی بیداری سے چند منٹ پہلے یہاں آیا، تو دیکھا کاؤنٹ پارس اور رومیو دونوں یہاں قبل از وقت مرے پڑے ہیں، جولیٹ بیدار ہوئی، میں نے اسے بہت کہا کہ خدا کو یہی منظور تھا صبر کرو، لیکن جب میں سمجھا رہا تھا تو میں نے ایک شور سنا اور میں ڈر کے مارے مقبرے سے باہر نکل آیا۔ جولیٹ کی حالت غیر ہو چکی تھی، وہ میرے ساتھ نہیں آئی اور جیسا کہ ظاہر ہے اس نے اپنی جان خود لی، بس یہی وہ واقعات ہیں جو میرے علم میں تھے، شادی کی گواہ جولیٹ کی دایہ ہے، اگر اس میں میرا کچھ بھی قصور معلوم ہو تو یہ جان حاضر ہے۔ اور اسے اس کے وقت سے کچھ پہلے لے لیا جائے اور قانون کی پاسداری کی جائے۔

بادشاہ: نہیں پادری ہم تمہیں پاک نفس اور ایمان دار آدمی سمجھتے ہیں، اچھا رومیو کا آدمی کہاں ہے اسے اس مقدمے میں کیا کہنا ہے؟۔

بلتھازر:۔ میں نے اپنے مالک کو جولیٹ کی موت کی خبر دی تھی، جسے سنتے ہی مالک جلدی میں اس جگہ، اسی یادگار مقام پر آ گیا۔ اس نے مجھے یہ خط دیا کہ فوراً اس کے والد کو پہنچا دوں، اور کہا کہ اگر میں مقبرے کے اندر آیا اور اسے اکیلا چھوڑ کر نہ گیا تو وہ مجھے جان سے مار دے گا۔

بادشاہ یہ خط مجھے دو، میں دیکھتا ہوں، نواب پارس کا غلام کہاں ہے جس نے پاسبانوں کو اٹھایا تھا۔

ہاں بھئی! تمہارا مالک یہاں کیا کرنے آیا تھا۔؟۔

غلام: وہ اپنی خاتون کی قبر پر بکھیرنے کے لئے پھول لایا تھا۔ اور مجھے دور کھڑا رہنے کا حکم دیا۔ میں نے تعمیل کی، بعد میں ایک آدمی مقبرہ کھولنے کے لئے مشعل لے کر آیا تھا، اور میرا مالک تیزی سے اس اجنبی کی طرف لپکا۔ اور تب میں پاسبانوں کو بلانے کے لئے دوڑا۔

بادشاہ:۔ یہ خط پادری لارنس کے بیان، ان دونوں کی محبت اور جولیٹ کی موت کے صدمے کی تصدیق کرتا ہے۔ اس نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے ایک عطار سے زہر بھی خریدا تھا، اور اس ساز وسامان کے ساتھ اس مقبرے میں آیا تھا، کہ وہ بھی مر کر جولیٹ کے ساتھ لیٹ سکے۔ یہ دشمن کہاں ہے؟۔ کپولٹ اور مونٹیگ، دیکھو تمہاری نفرتوں پر کیسا تازیانہ لگا ہے۔ قدرت نے تمہاری مسرتوں کو ختم کرنے کے لئے کیسا ذریعہ ڈھونڈا ہے، اور میں جو تمہارے جھگڑوں سے چشم پوشی کر جاتا تھا، انہی جھگڑوں میں اپنے انتہائی عزیز عم زاد سے محروم ہو چکا ہوں۔ سب کو سزا مل گئی ہے۔

کپولٹ:، او بھائی مونٹیگ! میرے ساتھ ہاتھ ملا لو، یہی میری بیٹی کا حق مہر ہے۔ اس سے زیادہ میں آپ سے کچھ نہیں مانگتا۔

مونٹیگ:۔ لیکن میں تمہیں اس سے زیادہ دے سکتا ہوں، کیونکہ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اپنی پیاری بہو جولیٹ کا خالص سونے کا ایسا مجسمہ کھڑا کروں گا کہ ویرونہ شہر جولیٹ کی وجہ سے پہچانا جائے گا۔ دنیا کا کوئی مجسمہ اتنا شاندار اور مکرم نہ ہو گا جتنا سچی اور باوفا جولیٹ کا!۔

کپولٹ:۔ میں بھی رومیو کا ایسا ہی خالص سونے کا مجسمہ جولیٹ کے مجسمے کے ساتھ کھڑا کروں گا۔ یہ ہماری دشمنی کی معمولی سی قربانی ہوگی۔

بادشاہ: یہ صبح اپنے ساتھ ایک دھندلا سا امن وسکون لے کر آئی ہے۔ اب غم کا سورج کبھی اپنا منہ نہ دکھائے گا۔ تو آؤ ان دردناک چیزوں کے بارے میں مزید گفتگو کریں، کچھ لوگوں کو معاف کر دیا جائے گا، اور کچھ لوگوں کو سزا دی جائے گی۔ کیونکہ رومیو اور اس کی جولیٹ کی اس داستان سے زیادہ المناک کہانی کبھی نہ سنی تھی۔

دایہ کو شادی مخفی رکھنے کی پاداش میں شہر بدر کر دیا گیا

پطرس کو آزاد کر دیا گیا۔ عطار کو پھانسی دی گئی۔ پادری لارنس کو رہا کر دیا گیا۔ وہ راہب بن جاتا ہے۔ اور پانچ سال بعد فوت ہو جاتا ہے۔

ختم شد۔۔۔۔